www.KitaboSunnat.com

انکارِ قراءات

محمد فیروز الدین شاہ کھگہ ☆

استشراقی نظریہ ارتقاء اور قراءاتِ قرآنیہ

گولڈ زیہر، آرتھر جیفری اور ڈاکٹر پیوئن کی تحقیقات کا مطالعہ

مقالہ نگار محمد فیروز الدین شاہ ﷾ کا قراءات متواترہ کی قبولیت کے سلسلہ میں 'مسلم متجددین کے افکار' کے ردّ پر ایک مضمون گذشتہ شمارے میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ زیر نظر مضمون انہوں نے خاص طور پر قراءات قرآنیہ کے حوالے سے آرتھر جیفری کے علاوہ دیگر مستشرقین کے نظریات کے تعاقب کے طور پر ترتیب دیا ہے۔ یاد رہے کہ موصوف نے چند سال قبل شیخ زید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب سے ''اختلاف قراءات اور نظریہ تحریف قرآن'' کے زیر عنوان ایم فل کی ڈگری امتیازی پوزیشن کے ساتھ حاصل کی اور ان کے مقالہ کے موضوع کی افادیت کے پیش نظر بعد ازاں اسلامک سینٹر نے اِسے کتابی صورت میں طبع بھی کروایا ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے شائقین کو ان کے مذکورہ مقالہ کا لازما مطالعہ کرنا چاہیے۔ [اِدارہ]

مستشرقین کے ایک گروہ کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن پہلی دو صدیوں کے دوران اپنی تکمیلی شکل وصورت کے مراحل سے گذرتا رہا، جس کا مطلب یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ وعہد صحابہ ؓ میں قرآن مکمل نہ ہونے کی وجہ سے گویا تحریفات اور کمی بیشی کا شکار ہوتا رہا۔ ان مستشرقین کا موقف حسب ذیل خیالات سے عبارت ہے:

- اسلامی تاریخ کے مصادر، عصری تحقیقی معیارات پر پورا نہیں اترتے لہٰذا ان کی تصدیق ممکن نہیں ہے۔
- جزیرہ عرب کے مضافاتی علاقوں میں کھدائی کے دوران جو آثار اور قدیم تحریری نقوش دریافت ہوئے ہیں وہ یہ بات واضح کرتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری میں قرآن موجودہ شکل میں نہیں تھا۔
- قدیم قرآنی مخطوطات جو یمن کے شہر صنعاء سے ماضی قریب میں منصۂ شہود پر آئے ہیں وہ ایک لمبا عرصہ قرآنی متن میں اِرتقاء اور تغیرات کا اِشارہ دیتے ہیں۔
- قرآنی متن کے تنقیدی مطالعے سے کتابت اور تحریر قرآن میں غلطیوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

قراءاتِ قرآنیہ کو موضوعِ بحث بنانے کے استشراقی مقاصد

قراءاتِ قرآنیہ بھی ان اہم موضوعات میں سے ایک ہے جس کو مستشرقین نے اپنے خصوصی مطالعہ وتحقیق کے لیے نقطۂ ارتکاز بنایا ہے، کیونکہ یہ موضوع براہِ راست متن قرآنی سے تعلق رکھتا ہے، اگر اس میں شکوک وشبہات پیدا کر دیے جائیں تو خود مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کی صحت پر اعتبار متزلزل ہو جائے گا، چنانچہ مستشرقین نے قرآن کو

☆ لیکچرر یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدفِ تنقید بنانے کیلئے قراءات قرآنیہ کو دو وجوہ کی بنیاد پر موضوع بحث بنایا۔

امرِ اوّل

قراءات کا قرآن سے بڑا مضبوط تعلق ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو حضرت محمد ﷺ کی طرف وحی کیا گیا۔ جب کہ قراءات، وحیٔ قرآنی کے الفاظ میں تغایر کا نام ہے، مثلاً قرآن میں ارشاد ہے: ﴿إِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ یہ ایک قراءت ہے اور اس کی دوسری قراءت ﴿ان جاء کم فاسق بنباء فتثبتوا﴾ ہے دونوں میں تغایر کے باوجود دونوں قراءتیں قرآن ہیں۔ مستشرقین ذکر کردہ حقیقت کو ایک منفی طرزِ فکر کے جلو میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی رو سے ان کے مطابق قرآنی متن میں عہد بہ عہد تبدیلی واقع ہوتی رہی نیز یہ کہ قرآن مختلف شکلیں (Versions) بدلتا رہا ہے۔ ان بے سروپا آراء وافکار کے ذریعے استشراقی حلقے مسلم اُمت کا کتاب اللہ سے رشتہ کمزور کرنے کا ہدف حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اَمرِ ثانی

قراءات کا موضوع ایک خاص موضوع ہے، دینیاتی علوم کے جاننے والے بھی بہت کم اس سے واقف ہیں، اس موضوع کے بارے میں دیارِ اسلامیہ میں عمومی طور پر کم شناسائی پائی جاتی ہے، مسلمانوں میں اس فن کی تخصیص اور اس میں بحث وتحقیق کا رجحان نسبتاً کم رہا ہے، اس صورتحال میں مستشرقین نے اس فن میں مطالعہ وتحقیق اور غور وخوض کو اپنے لئے آسان سمجھا اور سائنٹفک طرزِ تحقیق کے نام پر قرآن کریم میں تصحیف وتحریف کا دروازہ کھولا۔

مستشرقین مختلف مصاحف قدیمہ میں وارد تفسیری روایات، شاذہ قراءات اور ذاتی ونجی مصاحف کی بناء پر ان میں موجود رسم عثمانی کے برعکس رسم قیاسی و اِملائی کو بھی قرآن میں تحریف کا ایک اہم ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ مصاحف قدیمہ میں رسم اور قراءات کی تبدیلیوں کو اکثر مستشرقین قرآنی نص میں ارتقاءات کا نام دیتے ہیں، بیسویں صدی عیسوی میں جن مستشرقین نے خصوصیت سے متن قرآنی میں ارتقاءات کا نظریہ قائم کیا ہے ان میں گولڈزیہر (Goldziher)، الفونس منگانا (Alphonse Mingana)، آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) اور ڈاکٹر جی۔ آر پیوئن (Dr.G.R.Puin) قابلِ ذکر ہیں، زیرنظر مقالہ میں ہم قرآنی نص کے بارے میں ان کے افکار وآراء کا تنقیدی جائزہ پیش کریں گے۔

اجناس گولڈزیہر اور نظریہ ارتقاءات قرآنیہ

اجناس گولڈزیہر (م۱۹۲۱ء) مستشرقین کے اس طبقہ سے تعلق رکھتا ہے جس نے اسلامی شریعت اور اس کے بنیادی مصادر کو اپنی تنقید کا خصوصی مرکز بنایا ہے۔ بوڈاپسٹ (Budapest)، برلین (Berlin)، لیزگ (Leipzig) اور لائیڈن (Leiden) کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتا رہا بعد ازاں شوقِ علم اس کو شام کے مشہور عالم شیخ طاہر الجزائری کی پاس لے گیا اور ان کی صحبت میں کافی عرصہ گذارا، اس کے بعد فلسطین اور پھر مصر منتقل ہوا جہاں جامعہ ازہر کے علماء سے استفادہ کیا۔ (۱) واضح رہے کہ جامعہ ازہر قاہرہ میں کسی غیر مسلم کا داخلہ قانوناً ممنوع تھا لیکن گولڈزیہر نے خصوصی اجازت حاصل کر کے اس میں داخلہ لے لیا اور بحیثیت طالب علم وہاں پڑھنا شروع کیا۔ (۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گولڈزیہر نے جرمن، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں کتب تصنیف کیں جن کا تعلق اسلامی فرقوں کی تاریخ، فقہ، عربی ادب اور علومِ قرآنیہ سے تھا۔(۳) اس نے اپنی زندگی کے کئی سال اِسلامی موضوعات کی تحقیق وتفتیش میں گذارے اور متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا اور مختصر عرصہ میں اس کی تالیفات وتعلیقات اور ابحاث ومقالات کی اچھی خاصی فہرست منظرِ عام پر آ گئی۔(۴)

'مذاھب التفسیر الاسلامی' کتاب اس کے ترکہ میں بہت زیادہ اہمیت اور شہرت کی حامل ہے اور بلا شک وشبہ یہ کتاب مستشرقین کے لیے علمی سرمایہ ہے، اس کتاب میں اسلام کے مبادیات اور قرآنی علوم پر جس طرز اور اُسلوب سے بحث کی گئی ہے وہ مستشرقین کے نزدیک نہایت بلند مرتبہ کام ہے۔(۵)

گولڈزیہر کے نظریات میں بسا اوقات اسلامی مصادر اور اس کی تعلیمات کے حوالہ سے پوشیدہ روّیوں کا اظہار بھی ہوتا ہے جس کو نہ صرف مسلم علماء بلکہ خود مستشرقین نے بھی اعتراف کرتے ہوئے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ پروفیسر برنارڈ لیوس نے گولڈزیہر کی کتاب "Introduction to Islamic Theology" کے حالیہ انگریزی ترجمہ مطبوعہ ۱۹۷۹ء کے مقدمہ میں لکھا ہے:

''گولڈزیہر کو خیال ہی نہیں تھا کہ اس کی کتابوں کے قاری مسلمان بھی ہوں گے، اسلئے کہ یہ لوگ اپنا مخاطب مغرب کے قارئین کو ہی بناتے تھے۔ چنانچہ اس عہد کے دوسرے مصنفین کی طرح گولڈزیہر بھی قرآن کو پیغمبر اسلام کی تصنیف کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک ایسا کہنا اسلام کی سخت تنقیص ہے، علاوہ ازیں اسلام پر لکھنے والے تمام مغربی مصنفین کی طرح گولڈزیہر بھی قرآن وحدیث میں عہدِ جاہلیت کے بعض اجنبی اثرات پر بحث کرتا ہے۔ یہ موضوع بھی حساس مسلمانوں کے لیے سخت تکلیف دہ ہے''۔(۶)

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کے نزدیک گولڈزیہر اپنی علمی بددیانتی، عداوت اور خطرات کے لیے کسی تعارف کا محتاج نہیں، قرآن مجید اور علمِ حدیث کے موضوع پر خصوصیت سے اس کا قلم پھیلا ہے اور متعدد شبہات قائم کیے ہیں جو بالکلیہ اِستشراقی فکر کی پیداوار ہیں۔(۷) گولڈزیہر 'دائرۃ المعارف الاسلامیۃ' کے محررین میں سے ایک ہے۔ قرآن پاک کو محمدﷺ کا کلام قرار دیتا ہے اور اسلام کو مفتریات کا مجموعہ۔(۸)

قرآن مجید کی قراءات، تفسیر اور تفسیر کے مختلف مناہج واَسالیب کے حوالہ سے گولڈزیہر کی مشہور کتاب کا عربی ترجمہ ''مذاھب التفسیر الاسلامی'' کے نام سے قاہرہ یونیورسٹی کے استاذ ڈاکٹر عبدالحلیم النجار نے کیا ہے یہ ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں مصر سے شائع ہوکر اربابِ علم وادب میں بہت مقبول ہوا۔

اگرچہ اسلامی موضوعات میں تحقیق کے دوران قراءاتِ قرآنیہ براہِ راست اور مستقل طور پر گولڈزیہر کا موضوع نہیں رہا تاہم 'مذاھب التفسیر الاسلامی' میں خاص طور پر پہلے باب کے آغاز میں ۷۰ صفحات، قرآنی متن میں اِضطراب اور نقص ثابت کرنے کے لیے حدیث سبعۃ احرف کی اِستنادی حیثیت اور قراءات کی حجیت وقطعیت پر بہت سے اعتراضات وشبہات پر مشتمل ہیں۔

راقم کے خیال میں اگر نصِ قرآنی کی عدمِ توثیق کے متعلق مستشرقین کی کوششوں کا جائزہ لیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ گولڈزیہر کے تحریر کردہ یہ صفحات بعد میں آنے والے مستشرقین کے لیے بنیادی فکر فراہم کرنے میں مصدر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خود مترجم کتاب ڈاکٹر عبدالحلیم النجار کے بقول یہ کتاب قرآن مجید کے مختلف موضوعات اور اسلامی ثقافت اور تاریخ کے اہم پہلوؤں کو عمدہ منہج اور اسلوبِ بحث سے پیش کرنے میں اپنی نوعیت کا منفرد اور بالکل نئے طرز کا کارنامہ ہے۔(۹)

لیکن اس کے باوجود ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ یہودی مستشرقین کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے کہ وہ مکر اور برائی کے راستوں سے بڑی صفائی سے گذرنے کا فن رکھتے اور قاری کی طبیعت کو اپنے نظریات سے شناسائی بہم پہنچانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ مدح وتوصیف سے سفر شروع کر کے مخفی طریقوں سے پے بہ پے شبہات وارد کرتے ہیں۔(۱۰) غرض مخفی شکوک وابہام پیدا کرنے میں صیہونی مزاج ایک معروف ومسلّم پس منظر رکھتا ہے۔ یہی غیر تحقیقی مزاج گولڈ زیہر کی تحقیقات میں بھی جا بجا ملتا ہے۔

اگرچہ گولڈ زیہر کے نص قرآنی اور قراءات کے حوالہ سے پیش کردہ اعتراضات کے اجمالی سطح پر رد کے لیے متعدد عربی مقالات وتالیفات سامنے آئی ہیں، مثلاً ڈاکٹر عبدالحلیم النجار نے 'مذاهب التفسير الاسلامی' کے حواشی میں گولڈ زیہر کے نظریات کا خوب رد کیا ہے۔(۱۱) ڈاکٹر عبدالوہاب حمودہ نے اپنی کتاب 'القراء ات واللهجات' میں دسویں فصل اسی کے لیے مخصوص کی ہے۔(۱۲) شیخ عبدالفتاح القاضی نے اس حوالہ سے انتہائی علمی کتاب 'القراء ات فی نظر المستشرقين والملحدين' لکھی۔(۱۳) ڈاکٹر عبدالفتاح اسماعیل شلبی نے 'رسم المصحف العثمانی وأوهام المستشرقين فی قراء ات القرآن الكريم، دوافعها ودفعها'' اسی مقصد کے لیے تالیف کی۔(۱۴) ڈاکٹر ابراہیم عبدالرحمٰن خلیفہ نے 'دراسات فی مناهج المفسرين' میں ایک طویل فصل گولڈ زیہر کے رد کے لئے مخصوص کی۔(۱۵) عبدالرحمٰن السید نے ایک مقالہ بعنوان 'جولد تسهير والقراء ات' تحریر کیا۔(۱۶) اس کے علاوہ طاہر عبدالقادر الکردی نے 'تاريخ القران وغرائب رسمه وحكمه' میں بھی مختصراً اس پر کلام کیا ہے۔(۱۷) آمدہ صفحات میں ہم گولڈ زیہر کی کتاب 'مذاهب التفسير الاسلامی' میں وارد قراءاتِ قرآنیہ پر مبنی ایک اہم شبہ کا نقد وتجزیہ پیش کریں گے۔

اختلافِ قراءات......نصِ قرآنی میں سبب اضطراب

گولڈ زیہر نے قرآنی نص کو محلِ اضطراب اور غیر ثابت متن قرار دینے کے لیے قراءات کو اپنا ہتھیار بنایا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ تمام تشریعی کتب میں سے قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کو سب سے زیادہ اِضطراب اور عدمِ ثبات کا سامنا کرنا پڑا، اس نے دیگر کتب سماویہ سے قرآن کا تقابل کرتے ہوئے نصِ قرآنی کی بابت زیادہ شبہات پیش آنے کا نظریہ قائم کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

”لایوجد کتاب تشریعی اعترفت به طائفة دينية اعرافاً عقديا على أنه نص منزل أو موحی به يقدم نصه فی أقدم عصور تداوله مثل هذه الصورة من الاضطراب وعدم الثبات كما نجد فی نص القرآن“(۱۸)

یعنی کسی بھی مذہب کے عقیدہ کی آسمانی یا الہامی کتاب جس کی نص کو موجودہ دور میں سب سے زیادہ اضطراب اور عدمِ ثبات کا مسئلہ درپیش ہے وہ قرآنی نص ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہم اس شبہ کا جواب دینے سے قبل یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اس طرح کے اشکالات ملحدین بہت پہلے سے کرتے چلے آرہے ہیں اور اہلِ علم ان کا بڑی شدومد سے جواب بھی دے چکے ہیں۔نصِ قرآنی کی عدمِ توثیق کے حوالہ سے بنیادی طور پر ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) نے متفرق بنیادی شبہات کا اصولی رد کردیا ہے اور اس اعتراض پر تفصیلی کلام کیا ہے۔(۱۹)

ہمارے خیال میں مستشرق موصوف کا یہ دعویٰ دو لحاظ سے بڑا تعجب خیز ہے:

① گولڈ زیہر نے سابقہ شریعتوں کی کتب کو ان کی اصلی نصوص میں نہیں دیکھا تو کیسے حکم لگا سکتا ہے کہ ان میں قرآن کی طرح متعدد قراءات ووجوہ نہیں تھیں۔

② جبکہ اسی باب میں گولڈ زیہر تلمود، تورات کے ایک ہی وقت میں کثیر زبانوں میں نازل ہونے کا قول اختیار کرتا ہے۔(۲۰)

غرض گولڈ زیہر کا یہ اعتراض تاریخی اور عقلی ہر دو اعتبار سے باطل ہے جس پر دلائل پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔نصِ قرآنی کو کسی قسم کا کوئی اضطراب یا عدمِ ثبات پیش نہیں آیا، کیونکہ اِضطراب اور عدمِ ثبات کا مطلب یہ ہے کہ کسی نص کو مختلف وجوہ اور متعدد صورتوں پر اس طور پڑھا جائے کہ ان صورتوں کے مابین معنی اور مراد ایک دوسرے کے منافی اور معارض ہوں یا ان کا ہدف ومقصود بالکل مختلف چیزیں ہوں اور وہ مفہوم ایسا ہو کہ روایات سے اس کا ثبوت بھی نہ ہو،لیکن اگر نص میں وارد ہونے والی مختلف صورتیں متواتر روایات پر مبنی ہوں اور معنی میں بھی تضاد واقع نہ ہو تو اس کو اضطراب یا عدمِ ثبات نہیں کہا جاتا۔جبکہ قرآن میں موجود وجوہ اور صورتیں ہر قسم کے تناقض سے پاک ہیں اور نہ ہی ان کے معانی میں تعارض وتضاد ہے بلکہ وہ تمام صورتیں ایک دوسرے کو ظاہر اور ثابت کرتی ہیں۔(۲۱)

قرآن کی معتمد قراءات ،بسا اوقات، ایک ہی نص میں مختلف ہوتی ہیں،لیکن ان سب کی نسبت چونکہ مصدرِ اصلی (رسول اللہ ﷺ) کی طرف ہوتی ہے لہٰذا وہ تمام صورتیں بھی قرآن ہیں، کیونکہ آپ ﷺ کے بقول قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور آپ ﷺ نے اجازت دی کہ جس میں سہولت ہو وہی اختیار کرلو۔(۲۲)

بعض عیسائیوں نے غالباً اپنی کتاب میں بے شمار تحریفات اور انجیل کے مختلف نسخوں میں اختلافات کو قرآنی قراءات کی طرح قرار دیتے ہوئے یہ کہا کہ:

إننا مختلفون فی قراءۃ کتابنا فبعضنا
یزید حروفا وبعضنا یسقطها(۲۳)

اس کے جواب میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (م ۴۵۶ھ) نے قرآنی قراءات کے اختلاف کی نوعیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

”فلیس هذا اختلافا، بل هو اتفاق منا صحیح؛ لان تلك الحروف وتلك القراء ات کلها مبلغ بنقل الکواف إلی رسول الله ﷺ إنها نزلت کلها علیه؛ فأی تلك القراء ات قرآنا فهی صحیحة وهی محصورة کلها مضبوطة معلومة لازیادة فیها ولا نقص؛ فبطل التعلق بهذا الفصل ولله الحمد“(۲۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام قرافی رحمہ اللہ نے نصاریٰ کے اس زعم کے جواب میں کافی طویل بحث کی ہے جس میں انہوں نے انجیل اور قرآنی آیات کے درمیان فروق کو واضح کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قراءاتِ مختلفہ کی اِجازت کا پس منظر قبائلِ عرب کی مختلف لغات تھیں، کوئی امالہ کرتا تو کوئی تفخیم، کسی کی لغت میں مد ہے کسی میں قصر، کسی کے نزدیک حروف میں جہر ہے تو کسی کے نزدیک اخفاء۔ اگر سب کو ایک ہی لغت کا مکلّف قرار دیا جاتا تو ان کو مشقت اٹھانی پڑتی، اس مشقت کو دور کرنے کیلئے قراءات نازل ہوئیں اور یہ سب کی سب نبی ﷺ سے متواتر طریقہ سے مروی ہیں۔ سو ہمیں ان تمام قراءات پر اعتماد ہے کہ یہ من جانب اللہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے نکلی ہوئی ہیں۔ اس کے برعکس عیسائی اپنی اناجیل کے مصنفین کو عادل راویوں کے ذریعہ ثابت کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ اس لحاظ سے عالمِ عیسائیت کے پاس انجیل کے کسی حرف کے بارے میں یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اللہ کا کلام ہے لہٰذا انجیل کے حاملین، مسلمانوں کے قرآن کے اصول وقواعد کا اپنی کتاب پر اطلاق کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ (۲۵)

غرضیکہ اختلافِ قراءات، اضطراب اور عدم ثبات کے قبیل سے نہیں بلکہ یہ سب قراءات ہمیں یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ سے بطریقِ تواتر وصول ہوئی ہیں اور ان میں سے ہر قراءت قرآن ہے۔ لہٰذا گولڈ زیہر کا یہ شبہ کسی طرح کی عقلی و نقلی دلیل سے قطعاً عاری ہے اور اگر یہ قرآن کسی غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا، لیکن چونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اس لئے اختلافات سے پاک ہے۔ تاہم اختلافِ قراءات کی نوعیت سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔

قراءات کا اختلاف اس اختلاف کے قبیل سے نہیں جس میں تضاد یا تناقض پایا جاتا ہے بلکہ یہ اختلاف، تغایر اور تنوع کا ہے جو قرآنی اعجاز کی علامت ہے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ (م ۲۷۶ھ) اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الاختلاف نوعان: اختلاف تغاير، واختلاف تضاد فاختلاف التضاد لايجوز، وليست واجده بحمد الله فى شئ من القرآن الا فى الامر والنهى من الناسخ والمنسوخ واختلاف التغاير جائز" (۲۶)

تغیر وتنوع کا یہ اختلاف قرآنی قراءات میں موجود ہے اور ہر قراءت ایک مستقل آیت کے حکم میں ہے یقیناً یہ اختلاف 'ایجاز' کو واضح کرتا ہے۔ قرآن کا سارا مزاج ارشاد وتعلیم کے اسی راستہ پر چلتا ہے۔ (۲۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ولا نزاع بين المسلمين أن الحروف السبعة التى أنزل القرآن عليها لا تتضمن تناقض المعنى وتضاده، بل قد يكون معناها متفقاً أو متقارباً، كما قال عبد الله ابن مسعود: إنما هو كقول أحدكم: اقبل، وهلم وتعال" (۲۸)

قراءات کے مابین اختلاف کی ممکنہ صورتیں

قراءات کے مابین اختلاف تین حال سے خالی نہیں ہوتا:

① لفظ مختلف ہوں اور معنی متحد۔
② لفظ اور معنی دونوں مختلف ہوں، لیکن تضاد کے بغیر ایک مفہوم میں جمع ہوں۔
③ لفظ اور معنی مختلف ہوں، ایک شے میں اجتماع بھی ممکن نہ ہو، لیکن ایک دوسری وجہ سے تضاد کے بغیر جمع ہو جائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنوعِ قراءات کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

① رَبَّنَا بَاعِدْ اور رَبَّنَا بَاعَدَ (۲۹)

② اِلَّا اَنْ يَّخَافَا الَّا يُقِيمَا اور اِلَّا اَنْ يُخَافَا الا يقيما (۳۰)

③ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ اور لَتَزُوْلُ مِنْهُ الْجِبَالُ (۳۱)

④ يخدعون اور يخادعون (۳۲)

⑤ يَكْذِبُوْنَ اور يُكَذِّبُوْنَ (۳۳)

⑥ لمستم اور لامستم (۳۴)

⑦ حَتّٰى يَطْهُرْنَ اور يَطَّهَّرْنَ (۳۵)

ہر قراءت دوسری قراءت کے لیے ایسی ہی ہے جیسے ایک آیت دوسری آیت کے لیے، ہر ایک پر ایمان واجب ہے اور جو معنی وہ قراءات رکھتی ہیں اس کا اتباع بھی واجب ہے۔ تعارض کا گمان کرتے ہوئے دو وجوہ میں سے کسی ایک کو ترک کرنا جائز نہیں بلکہ خود حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”من كفر بحرف فقد كفر به كله“ (۳۶)

جن قراءات میں لفظ اور معنی دونوں متحد رہتے ہیں ان کا تنوع دراصل کیفیتِ نطق میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً: ہمزات، مدات، امالات اور نقلِ حرکات، اظہار، ادغام، اختلاس، لام اور راء کو باریک کرنا یا موٹا کرنا وغیرہ جن کو قراء ’اصول‘ کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں ہوتا، کیونکہ ایک لفظ کی ادائیگی کے مختلف طریقے لفظ کو مختلف نہیں بناتے بلکہ لفظ بدستور اسی طرح رہتا ہے اور بسا اوقات اَدائیگی کے انہی طریقوں سے متعدد معانی نمودار ہوتے ہیں جو رسم میں متحد ہونے کے باوجود متنوع معانی کے حامل ہوتے ہیں۔ (۳۷)

غرض جملہ قراءات حق ہیں اور ان کا اختلاف بھی حق ہے، اس میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں۔ قرآن مجید ہر تحریف وتبدیلی یا اضطراب واختراع سے پاک واحد کتاب ہے جس کا تقابل دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ چنانچہ یہ دعویٰ برمحل ہوگا کہ قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے جس کی نص کو اضطراب اور عدمِ ثبات پیش نہیں آیا اور باقی تمام کتب تحریفات کا شکار ہوئی ہیں اور اس حقیقت کے دونوں پہلوؤں کے دلائل مختصر انداز سے تحریر کر دیئے گئے ہیں۔

قرآن کے متعدد متون اور عدم وحدت

گولڈ زیہر اپنی کتاب میں مختلف قراءات پر تنقید اور ان کو قرآنی متن میں سببِ اضطراب قرار دینے کے ساتھ ساتھ یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ مختلف قراءات دراصل قرآن کے متعدد متون ہیں اور تاریخِ اسلامی کے کسی دور میں نصِ واحد کے ساتھ قرآن منظرِ عام پر نہیں آ سکا ماسوا چند اقدامات کے جن کا اثر مستقل نہیں رہا۔ اس ضمن میں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کے کارنامہ کو نصِ قرآنی کی وحدت کی طرف اہم قدم قرار دیتا ہے، لکھتا ہے:

”وفى جميع الشوط القديم للتاريخ الإسلامى لم يحرز الميل إلى التوحيد العقدى للنص إلا انتصارات خفيفة“ (۳۸)

اس شبہ کا حاصل دو چیزیں ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

◉ قراءاتِ مختلفہ قرآن کے متعدد متون ہیں، لہٰذا قرآن ایک نہیں ہے۔
◉ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو ایک کر دیا۔

گولڈزیہر اپنے شبہات میں تدریجی رنگ اختیار کرتے ہوئے اوّلاً نصِ قرآنی کو مضطرب گردانتا ہے پھر جمعِ عثمانی سے ماقبل مصاحف کا مصحفِ عثمانی سے تقابل کرتا ہے جس کے بعد اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ قرآن کے مختلف Versions ہیں۔اس کے بعد مذکورہ بالا شبہ پیش کیا جو سابقہ شبہات کا ہی تسلسل ہے۔

گولڈزیہر کے نزدیک مسلمان ہمیشہ قرآنی نص کی وحدت کی طرف رغبت رکھتے تھے لیکن ان کی یہ خواہش بار آور ثابت نہیں ہوسکی البتہ دورِ عثمانی میں کچھ کامیابی حاصل ہوئی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ گولڈزیہر بھی دیگر مستشرقین کی طرح دلائل سے قطع نظر پہلے سے طے شدہ نظریات ہی کو اپنا واحد وظیفہ بناتا ہے۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان دعووں پر اس نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ بہر طور جواباً چند نکات ملاحظہ ہوں:

◉ کسی ایک مسلمان سے بھی یہ ثابت نہیں کہ اس نے کبھی یہ خیال کیا ہو کہ قرآن کریم کی کئی نصوص ہیں، ان کو ایک کر دیا جائے اور اگر ایسا ہوتا تو ہم تک یہ بات ضرور پہنچتی۔
◉ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کی جو کتابت کروائی اور ان کو مختلف ممالکِ اسلامیہ کی طرف اِرسال کیا اور لوگوں کو اس پر مامور کیا، اس کا باعث توحیدِ نصِ قرآنی کی طرف میلان نہیں تھا بلکہ تمام مسلمانوں کو قراءاتِ ثابتہ پر اکٹھا کرنے کی رغبت تھی تاکہ متواتر قراءات کے علاوہ قراءات کا خاتمہ ہو اور امت پر آسانی اور سہولت ہو جائے۔ (۳۹)
◉ مصاحف میں قرآن کی کتابت کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اہلِ حمص، اہلِ دمشق اور اہلِ کوفہ و بصرہ کی یہ خبر پہنچی کہ ان میں سے ہر ایک اپنی قراءت کو دوسرے کی قراءت سے بہتر کہتا ہے اور لوگ نزاع میں مبتلا ہو رہے ہیں تو اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے تقریباً بارہ ہزار کی تعداد میں صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہوئے اور یہ رائے دی کہ لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیا جائے۔چنانچہ خلافتِ ابو بکر رضی اللہ عنہ میں جمع کردہ مصحف کو، جو اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، منگوا کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ اس سے عرضۂ اَخیرہ کا لحاظ رکھتے ہوئے مصاحف تیار کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کی تیاری کے بعد ہر مصحف کے ساتھ ایک ایک قاری بھی مختلف شہروں میں بھیجا تاکہ وہ رسمِ مصحف کے مطابق متواتر قراءات کی تعلیم دے۔اس طرح ان علاقوں میں تابعین حفاظ کا ایک جمِ غفیر پیدا ہو گیا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے براہِ راست شاگرد تھے۔

قاضی ابو بکر باقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”لم يقصد عثمان قصد أبي بكر في جمع القرآن بين لوحين، وإنما قصد جمعهم على القراء ات الثابتة المتواترة المعروفة عن النبي ﷺ والغاء ماليس كذلك “(۴۱)

”یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا میلان اور قصد قرآن کو دو تختیوں میں جمع کرنا نہیں تھا بلکہ متواتر اور ثابت قراءات کا جمع و تحفظ مقصود تھا جو پورا ہوا۔“

◉ حافظ ابو عمرو الدانی رحمہ اللہ کا قول ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت نے باطل اور غیر معروف قراءات کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گنجائش کو مصحف سے نکال باہر کیا اور صرف منقول اور متواتر قراءات کو محفوظ کر دیا۔ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل اور قصد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قصد، قرآن کو دوگتوں میں محفوظ کرنے، کی طرح نہ تھا بلکہ یہ قراءاتِ ثابتہ کو جمع کرنا تھا۔(۴۲)

- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنی متن کو نقاط اور اعراب سے خالی رکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا میلان اور رغبت لوگوں کو متواتر قراءات پر جمع کرنا تھا اور منسوخ و شاذ قراءات سے چھٹکارا دینا تھا۔(۴۳)
- اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصد توحیدِ نصِ قرآنی ہوتا تو وہ مصاحف کو ایک ہی صورت میں لکھواتے اور ان کے مابین کوئی اختلاف بھی موجود نہ ہوتا۔ پس مختلف صورتوں اور متعدد کیفیات پر اس کی کتابت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے توحیدِ نصِ قرآنی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ بطریقِ تواتر منقول قراءات پر لوگوں کو جمع کرنا مقصود تھا۔(۴۴) بالفرض اگر انہوں نے نص کو ایک کیا ہے تو یہ مروجہ قراءاتِ مختلفہ کیا ہیں؟

مصاحف اور قراءات کے مطالعہ میں جیفری کا نظریہ ارتقاء

مشہور مستشرق آرتھر جیفری نے مصاحف عثمانیہ سے قبل بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول قراءات (جنہیں وہ مصاحف شمار کرتا ہے) پر نقد و جرح کی غرض سے ابن ابی داؤد (م ۳۱۶ھ) کی 'کتاب المصاحف' کا انتخاب کیا۔ جس سے اس کا مقصد قرآنی نص کو مضطرب اور مشکوک انداز میں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے متعدد متون میں ارتقاء ثابت کرنا ہے۔ ہم اس بحث میں آرتھر جیفری کے منہجِ تحقیق و تنقید پر اُصولی بحث کرتے ہیں تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ دراصل تحقیق میں دیانتدارانہ طریقۂ کار کبھی بھی مستشرقین کے حصہ میں نہیں آیا۔

جیفری کے منہجِ تحقیق کی تقییم

- آرتھر جیفری نے اس کتاب کی Editing کیلئے نسخۂ ظاہریہ پر اعتماد کیا ہے اور اس کا تقابل دار الکتب المصریۃ والے مخطوط سے کیا ہے، حالانکہ مؤخر الذکر نسخہ، نسخہ ظاہریہ سے ہی نقل کیا گیا ہے اور دراصل یہ دونوں ایک ہی نسخہ کی دو شکلیں ہیں نہ کہ دو الگ الگ نسخے۔ اس کے باوجود مستشرق موصوف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ متقابل نسخہ ہے۔(۴۵)
- جیفری نے اپنے مقدمہ میں اس نسخہ کے پہلے ایک دو اَوراق کے سقوط کا ذکر کرتے ہوئے جس گمان کا اِظہار کیا ہے وہ اس کے پہلے سے طے شدہ نتائج کی بھرپور غمازی کرتا ہے۔ اس کے زعم میں اس کتاب کے اصل نسخہ سے کئی صحف ساقط ہیں خصوصاً ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءات اور طلحہ بن مصرف رضی اللہ عنہ کی قراءات پر مشتمل فصول (۴۶) حالانکہ یہ گمان بلا دلیل ہے۔
- مقدمہ کے آخر میں جہاں ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے کچھ حالات ذکر کیے گئے ہیں، وہیں مخطوط نسخہ میں بعض سماعات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن میں سے بہت زیادہ تعداد میں سماعات کو جیفری نے ترک کیا ہے۔ اس کی وجہ سماعات کی اہمیت، فوائد اور ان کے نتائج و مقاصد سے ناواقفیت ہے۔(۴۷)
- ہمیشہ کسی مخطوط کی تحقیق اس اصول کی روشنی میں ہوتی ہے کہ مصنفِ کتاب کی اصل عبارت جوں کی توں رہے اور محقق کے وضاحتی نوٹس بریکٹس([ ]) یا حاشیہ میں جگہ پائیں، لیکن آرتھر جیفری نے اس کے برعکس کتاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المصاحف کی تحقیق میں اس اہم اصول سے عدول کرتے ہوئے کئی مقامات پر متن کتاب میں اَبواب کے اِضافے کیے ہیں۔مثلاً مخطوط نسخہ کے مطابق آغاز کسی اثر کی سند سے ہورہا ہے جس کا پہلا حصہ حذف ہے، لیکن جیفری نے اپنی طرف سے باب کا عنوان باندھا ہے مثلاً "باب من کتب الوحی لرسول الله ﷺ" اسی طرح کتاب کے مزید کئی مقامات پر اس روش پر عمل کرتے ہوئے عنوان کے ساتھ باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔مثلاً مصنف کے عنوان "جمع ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ القرآن فی المصاحف بعد رسول الله ﷺ"(۴۸) سے قبل "باب من جمع القرآن" کا اضافہ کیا ہے۔اسی طرح اثر نمبر ۳۴۴ سے پہلے اپنی طرف سے "ما اجتمع علیه کُتّاب المصاحف" عنوان کا اضافہ کیا۔(۴۹)

لطف کی بات تو یہ ہے کہ جیفری کی تحقیق کے دوران چند ایسے مقامات بھی نظر سے گذرے ہیں جہاں لفظ باب کی کوئی ضرورت نہیں تھی، لیکن اس کو رقم کرنے میں حرج نہ سمجھا گیا۔شاید اس کی وجہ مخطوطہ کی تصحیح سے زیادہ صاحب کتاب کی تصحیح مقصود تھی مثلاً ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ کے عنوان "اختلاف خطوط المصاحف"(۵۰) کو"باب اختلاف خطوط المصاحف" لکھا گیا ہے۔

- متعدد مقامات پر اپنی طرف سے کلمات کے بے جا اضافہ جات بھی جیفری کے منہج تحقیق کو غیر محکم اور پر نقص بناتے ہیں، غالباً جیفری نے ان کلمات کا اِضافہ کسی 'اثر' کے معنی کی تکمیل کی غرض سے کیا ہوگا لیکن حقیقت میں درست مفہوم زیادتی کلمہ کے بغیر زیادہ درست اور واضح تھا اور عین مخطوطہ کے الفاظ ہی حقیقی اور معنی کی تکمیلی شکل تھے۔ مثال کے طور پر اثر نمبر ۲۶ میں جیفری نے حرف ﴿فی﴾ کا اضافہ ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ کی عبارت "فنسخها عثمان هذه المصاحف" میں "فی هذه المصاحف"(۵۱) کے ساتھ کیا ہے حالانکہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اسی اثر کو 'فی' کے بغیر ذکر کیا ہے اور وہی صحیح ہے۔(۵۲)
- کتاب المصاحف میں مذکور بعض آثار کی اسناد بیان کرنے میں بھی جیفری سے بہت زیادہ اغلاط سرزد ہوئی ہیں جو یقیناً تحریف کے زمرے میں آتی ہیں۔مصادر و مراجع کی قطعیت (Authenticity) جس طرح مستشرقین کے نزدیک غیر اہم ہے، جس کی بناء پر عموماً ان کے ساتھ غیر محققانہ رویہ روا رکھا جاتا ہے، اور مسلم علماء و محققین ان کی نام نہاد تحقیقات کو قابل اعتناء نہیں گردانتے، اسی طرح اس کتاب کی تحقیق میں بھی غیر محتاط اور غیر سنجیدہ اُسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ہمیں مستشرق موصوف کی عربی لغت میں عدمِ مہارت کا بخوبی احساس ہے، لیکن اس قدر حساس اور نازک موضوع پر جسارت سے قبل کم از کم اس کا احساس ضروری تھا جس کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔
- محقَق نسخہ میں کئی مقامات پر باہم مشابہ حروف کو ایک دوسرے کی جگہ لکھ دیا گیا ہے مثلاً: اثر نمبر ۳۱۶ میں مصنف کا قول ہے:"والحسن بن أبی الربیع أن عبد الرزاق" کو مستشرق نے "بن عبد الرزاق" کردیا ہے۔(۵۳)

اسی طرح اثر نمبر ۴۱۴ میں ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ کا قول ہے:'نا محمد نا شعبة' جبکہ جیفری نے 'محمد بن شعبة' لکھا ہے۔(۵۴) اس میں پہلے 'نا' کو غیر ضروری سمجھ کر حذف کردیا گیا اور دوسرے 'نا' کو 'بن' کردیا گیا۔ حالانکہ حدیث کی اصطلاح میں یہ الفاظ 'حدثنا و أخبرنا' کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثر نمبر ۴۲۴ میں مصنف کا قول ہے: 'محمد عن سفیان''میں مستشرق موصوف نے اس کو 'محمد بن سفیان' کر دیا ہے۔(۵۵)

- اکثر مقامات پر جیفری نے آثارِ منقولہ کے رجال کی تعیین میں خطا کی ہے مثلاً وہ عموماً کہتا ہے 'لعله فلانٌ' یعنی شاید یہ وہ ہیں حالانکہ صحیح اس کے علاوہ کوئی اور ہوتا ہے۔ مثلاً اثر نمبر ۳۲۱ میں ''عن (یونس)'' کے متعلق کہتا ہے کہ اس سے مراد ابن حبیب رحمہ اللہ ہیں جبکہ صحیح یہ ہے کہ وہ یونس بن یزید الدیلی رحمہ اللہ ہیں۔(۵۶) اسی طرح کی غلطی اثر نمبر ۵۱۸ میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔(۵۷)
- ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے چچا کی تعیین میں جیفری سے سخت غلطی ہوئی ہے اس کے نزدیک ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے چچا یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ ہیں جن کا ذکر کئی مقامات پر آیا ہے۔(۵۸) جیفری کی اس خطاء کا سبب اس کا عبارت نقل کرنے میں غیر محتاط اسلوبِ تحقیق ہے، چنانچہ اس نے مولف کے اس قول "حدثنا عمی ویعقوب بن سفیان" میں 'عمی' کے بعد واؤ عاطفہ کو حذف کر دیا ہے جس کے نتیجے میں اس کو یہ گمان ہوا کہ یعقوب رحمہ اللہ مولف کے چچا ہیں حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ یعقوب رحمہ اللہ، ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے شیخ تھے اور آپ کے چچا محمد بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ ہیں۔(۵۹)

ہم یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں کہ باشعور قاری کے لیے کسی درست نتیجہ تک پہنچنے کے لیے سند کا کس قدر اہم کردار ہوتا ہے اور اگر وہی غیر صحیح اور محرف حالت میں ہو تو روایت سے وہ نتائج اخذ نہیں ہو سکتے اور نہ ہی وہ کوئی ٹھوس حقیقت یا دعویٰ کی صورت اختیار کرتی ہے۔ سلسلۂ سند میں رجال کی معرفت اور اس کا ایصال صحیح سلسلوں سے مؤکد ہونا سب سے ضروری ہوتا ہے، جس کے اِدراک سے جیفری قطعاً عاری نظر آتا ہے۔

- Materials میں مختلف قراءاتِ قرآنیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جیفری نے "دلنا بدل اهدنا" کی بجائے "دلنا يدلك اهدنا" لکھا ہے۔(۶۰) بقول ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری ''جب تک جیفری اپنے مصادر کا تعین نہ کرے کہ وہ یہ الفاظ کہاں سے لے رہا ہے اس وقت تک حصولِ اطمینان محال ہے۔''(۶۱)
- ایک محققِ کتاب کے لیے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ صاحب کتاب کے ان اَقوال وروایات پر بھی بحث کرے جو جمہور علماء کے خلاف ہوں یا جن کی سند میں نقص ہو، صاحب کتاب کے متضاد اور غیر منطقی اَقوال ودلائل پر بھی کڑی نظر رکھتے ہوئے ان کی نشاندہی کرے۔ چنانچہ بالغ النظر اور دیانتدار محقق ہمیشہ ان اُصول وقواعد کو مدنظر رکھتا ہے، لیکن بدقسمتی سے جیفری ان اصولوں کی پاسداری نہیں کر سکا۔ ہم اس کی وجوہات ذکر کرنے کی بجائے ان چند مقامات کی نشاندہی کئے دیتے ہیں جو ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی 'کتاب المصاحف' میں ایک عام فہم آدمی کے نزدیک بھی قابلِ گرفت شمار ہوتے ہیں۔ لیکن جیفری نے ان سے تغافل برتا ہے۔
- جیفری، ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی استعمال کردہ 'مصحف یا مصاحف' کی اصطلاح کو واضح نہیں کر سکا اور نہ ہی اس بات کو ذکر کیا ہے کہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ اس کو کتنے معانی ومفاہیم میں استعمال کرتا ہے۔(۶۲) مثلاً اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب منسوب مختلف قراءات کو مصحف کے عنوان سے بیان کیا ہے، اسی طرح مصحف کو حرف یا قراءت کے معانی میں بھی استعمال کیا ہے۔(۶۳) لہٰذا اس اصطلاح سے قطعی طور پر یہ مفہوم اخذ کرنا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصاحف جمع تھے، بذاتِ خود دو مختلف معنوں کا شبہ پیدا کرتا ہے: **اوّل:** اس سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول زبانی روایات ہیں۔(۶۴) **دوم:** تحریری شکل میں نسخے موجود تھے۔

پہلی رائے کے دلائل کی موجودگی کے باوجود جیفری نے دوسری رائے پر ہی اصرار کیا ہے اور اس کی بنیاد پر ان کو 'مقابل قرآن' کا عنوان دیا ہے۔

- مختلف اور متناقض روایات کو ذکر کرتے ہوئے ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے "باب اختلاف مصاحف الصحابة" کے تحت لکھا ہے:

"إنما قلنا مصحف فلان لما خالف مصحفنا هذا من الخط أو الزيادة أو النقصان"(۶۵)

''ہم جب کہتے ہیں فلاں کا مصحف، تو وہ دراصل خط کی وجہ سے ہمارے مصحف کے مخالف ہوتا ہے یا زیادتی یا نقصان کی وجہ سے۔''

غالبًا جیفری نے اسی عبارت سے Rival Codex یا مقابل مصاحف کے نظریہ کا استدلال کیا ہے حالانکہ خط کی مخالفت کی وجہ سے اگر یہ مان لیا جائے تو زیادتی ونقصان کی اِمکانی توجیہات کو قبول نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ایسے مصاحف کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب منسوب کیا جا سکتا ہے جبکہ طرزِ روایت بھی کمزور ہو۔

بالفرض اگر ان روایات کی صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف نسبت کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی وہ تفسیری روایات یا شاذ قراءات کے درجہ میں رہتی ہیں۔ ان روایات میں زیادہ اختلافات قرآنی سورتوں کی ترتیب کے ملتے ہیں جو دراصل صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان سورتوں کے درجہ بدرجہ میسر آنے کے لحاظ سے فطری طور پر واقع ہوئے ہیں۔ لہٰذا مستشرق موصوف کو کسی بھی طرح روا نہ تھا کہ 'مقابل قرآن' کا عنوان قائم کرتا بلکہ اس کو چاہئے تھا کہ وہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کے اس منہج کو تنقید کا نشانہ بناتا۔(۶۶)

- ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے 'مصحفِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' کا عنوان قائم کیا ہے۔(۶۷) جس کو دیکھتے ہی یہ تاثر ملتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورا قرآن علیحدہ طور پر جمع کیا تھا، لیکن تین آیات میں صرف تین صورتوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ مصحف اختتام پذیر ہوجاتا ہے۔(۶۸) ایسی صورت میں ایک عقلمند شخص کسی بھی طرح تین اختلافی وجوہ کی بناء پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو کسی مستقل مصحف کا حامل نہیں گردان سکتا اور نہ ہی اس سے مصحف امام کے ساتھ تقابل کی منطق سمجھ میں آتی ہے، لیکن جیفری ان کو مقابل مصحف کا حامل گرداننے پر مصر ہے۔(۶۹)

- اس سے بھی زیادہ قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ مصحفِ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد 'مصحفِ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' میں صرف ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾(۷۰) کو اس طرح پڑھتے تھے ﴿آمن الرسول بما انزل اليه وآمن المومنون﴾(۷۱) ظاہر ہے کہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ اس سے تفسیری روایات کو واضح کرنا چاہتا ہے، لیکن محقق نے اس کو بھی مصحف گردانا ہے۔

- واضح رہے کہ بعض مولفین نے 'مصحفِ فلان' کے لفظ کا اطلاق ان چند قراءات پر بھی کیا ہے جو کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہوں جیسا کہ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی جانب مصحف منسوب کیا ہے حالانکہ وہ قرآن کریم کے مکمل ہونے سے آٹھ سال قبل غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تھے۔(۷۲) اس سے معلوم ہوا کہ مصحف کے لفظ کا اطلاق پورے قرآن کے جمع پر ہی نہیں ہوتا بلکہ ایک یا زیادہ روایات پر بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا آرتھر جیفری کے مقابل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصاحف کی حقیقت زیادہ سے زیادہ صرف اس قدر ہے کہ یہ وہ چند قراءات یا تفسیری اضافے ہیں جن کی استنادی حیثیت سے قطع نظر ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ چند روایاتِ احاد، متواتر قرآن کے مدمقابل قابلِ تسلیم نہیں ہیں۔

- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مصحف کو 'لباب القلوب' سے منسوب کیا گیا ہے جس کے ذیل میں صرف چار قراءات بیان کی گئی ہیں:

① 'ابراهيم' کی جگہ 'ابراهام'
② 'لا يعقلون' کی جگہ 'لا يفقهون'
③ 'صواف' کی جگہ 'صوافِيَ'
④ مَنْ قَبْلَهُ کی جگہ من تلقاء ه(۷۳)

صرف چار صورتوں کی بناء پر جن میں دو قراءات ہیں اور دو تفسیری روایات ہیں، قطعاً الگ مصحف کو خاص اسم سے منسوب کرنا قرآنی تاریخ میں گھات لگانے کے مترادف ہے۔(۷۴)

جیفری نے کتاب المصاحف کی Editing کے بعد اس کے شروع میں عربی زبان میں ایک مقدمہ اور آخر میں Materials for the history of the text of the Qur`an کے نام سے اپنا مسودہ شاملِ اشاعت کیا ہے۔ اپنے مقدمہ کی ابتدائی سطور میں اس نے بڑی آسانی سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''ہم یہ کتاب قراء کے لیے اس امید پر پیش کر رہے ہیں کہ یہ ان کے لیے قرآنی قراءات کے ارتقائی تاریخ پر ایک تازہ اور نئی بحث کے طور پر بنیاد ثابت ہوگی۔ اگرچہ اس دور میں مشرق کے علماء قرآن کے اعجاز واَحکام کے متعلق بہت سی کتابیں شائع کر رہے ہیں، لیکن وہ ہمارے سامنے قراءات کے اِرتقائی مراحل کی وضاحت کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ہمیں یہ بات صحیح طور پر معلوم نہیں ہوسکی کہ مسلمان اس بحث میں تحقیق کرنے سے اس حد تک کیوں گریزاں ہیں، جبکہ فی زمانہ، ارتقاء کے متعلق، کتب قدیمہ میں خاص طور پر کئی نزاعات سامنے آرہے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں جو تبدیلی یا تحریف واقع ہوئی ہے اس حوالہ سے بعض لکھنے والے کامیاب بھی ہوئے ہیں۔''(۷۵)

مستشرق موصوف کے اس بیان کا جو پس منظر راقم کے سامنے آتا ہے وہ درحقیقت اس کا اپنی مقدس کتب کی حقیقتوں سے صحیح معنوں میں روشناس ہونا ہے، چنانچہ اس کو اس بات کا بخوبی احساس ہے کہ انجیل اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہے اور اس میں پے بہ پے ارتقاء کے سبب پیدا ہونے والی تبدیلیوں سے اس کا متن ناقابلِ اعتبار ہو چکا ہے۔ بالکل شعوری طور پر وہ مسلمانوں کے قرآن کو اپنی کتب کے مساوی حیثیت میں لانے کے لیے یہ جملہ ذکر کر رہا ہے۔ یقیناً اس کے بقول جو مصنفین اس 'تحقیق' میں کامیاب ہوئے ہیں وہ انجیل کی تحریفات اور اس میں ارتقائی تبدیلیوں کے صحیح تجزیہ نگار ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایسے کام کی نہ تو کبھی ضرورت محسوس ہوئی اور نہ ہی قرآن میں ایسے ارتقاء کی کوئی گنجائش ہے۔

قرآن کی قراءاتِ متواترہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ومنقول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحیِ الٰہی کے بغیر کوئی تبدیلی یا کمی بیشی نہیں کر سکتے تھے جیسا کہ قرآن نے اس کی تصریح کی ہے:

﴿قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِيٓ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ﴾(۷۶)

''کہہ دیجئے کہ مجھے اختیار نہیں کہ میں اس کو اپنی طرف سے بدلوں، میں تو صرف اسی کی اتباع کرتا ہوں کہ جو مجھ پر وحی ہوتی ہے''۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کریم کے تمام حروف والفاظ جبریل علیہ السلام سے حاصل کر کے ہو بہو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچائے ،اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے بعد والوں کو اور آج تک یہ سلسلہ بغیر کسی تبدیلی یا کمی بیشی کے جاری ہے اور رہے گا۔اس لئے یہ تو ایک ایسی سنت ہے جو نقل در نقل ثابت ہے، چنانچہ مسلمان قراءات کی تحقیق ووضاحت سے غافل نہیں اور نہ ہی اس کو چھپاتے ہیں بلکہ وہ تو اس حد تک ٹھہرے ہوئے ہیں جو ان کو بطریقِ تواتر موصول ہوئی ہے اور یہیں سے مستشرقین وملحدین کی عدمِ واقفیت کی بھی قلعی کھلتی ہے کہ وہ کس قدر قرآنی قراءات کے ایصال وترویج اور ان کے تواتر سے بتکلف صرفِ نظر کرتے ہیں۔آرتھر جیفری کا یہ شبہ، کہ مسلمان علماء اپنی کتاب میں ارتقاء کی بحث سے رکے رہے ہیں،اس کی اس تمنا اور خواہش کو واضح کرتا ہے کہ کاش یہودی اور عیسائی علماء کی طرح مسلمان بھی اپنی کتاب میں تحریف کرتے ،لیکن مسلم علماء کی امانت ودیانت اور علم وتحقیق میں ان کا نقل وتواتر پر مدار کتاب اللہ کی حفاظت کا واضح ثبوت ہے۔

جیفری نے کتاب المصاحف کے مقدمہ میں اپنے پیشرو نولڈکے (Noldeke)، شوالی (Schewally)، برجسٹراسر (Bergrtrasser) اور پرٹزل (Pritzl) کے اتباع میں قرآنی متن کو اپنا موضوعِ تحقیق بنایا ہے اور خاص طور پر نولڈکے کی 'تاریخ القرآن' کو بنیاد بناتے ہوئے چند نتائج کا تذکرہ کیا ہے۔اس کے نزدیک یہ نتائج مستشرقین کی ابحاث ہی سے ماخوذ ہیں،ان کے بغور مطالعہ سے ہمیں متعدد اغلاط اور متناقض آراء بھی ملتی ہیں۔جیفری نے ان کے بیان میں کسی منقولی دلیل سے استدلال کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ہم جیفری کے ذکر کردہ ان تحقیقی نتائج کا تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہیں:

- جیفری کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں پورا قرآن نہیں لکھا گیا بلکہ اس کے کچھ حصے لکھے گئے تھے۔اس سلسلہ میں وہ ان روایات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں جن میں آپ ﷺ کے عہد میں کتابت قرآن اور آپ ﷺ کی زندگی میں ہی قرآن کریم کے صحف یا اَوراق میں غیر مرتب صورت میں جمع ہونے کے شواہد ملتے ہیں۔اس کے الفاظ ہیں:

"وهذا الرأى لا يقبله المستشرقون لأنه يخالف جاء فى أحاديث أخرى أنه قبض ﷺ ولم يجمع القرآن فى شئ"(۷۷)

''مستشرقین اس رائے کو قبول نہیں کرتے ،کیونکہ دیگر اَحادیث اس دعویٰ کی مخالفت کرتی ہیں،جن میں آیا ہے کہ آپ ﷺ وفات پاگئے اور قرآن کسی چیز میں جمع نہیں ہوسکا''۔

جیفری نے صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ جنگِ یمامہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعِ قرآن کا مشورہ دیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اگر حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم اسی طرح شہید ہوتے رہے تو قرآن کریم کے بہت سے حصوں کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے،اس روایت کی بناء پر وہ کہتا ہے:

"ويتبين من هذا أن سبب الخوف هو قتل القراء الذين كانوا قد حفظوا القرآن، ولو كان القرآن قد جمع وكتب لما كانت هناك علة لخوفهما"(۷۸)

''اس سے واضح ہوتا ہے کہ خوف کا سبب حفاظ وقراء صحابہ رضی اللہ عنہم کا شہید ہونا تھا اگر قرآن کریم عہدِ نبوی میں جمع ہو چکا ہوتا تو اس وجہ سے ان حضرات کو قرآن کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہوتا۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعجب ہے کہ جیفری نے بخاری کی حدیث کو یہ کہہ کر کہ 'مستشرقین اس رائے کو قبول نہیں کرتے' ردکر دیا ہے حالانکہ قبولیت وعدمِ قبولیت، روایت کی سند یا متن میں اِضطراب اور علت کے ثبوت یا عدمِ ثبوت پر ہے نہ کہ رائے یا ذاتی خواہش پر۔ مستشرق موصوف کا یہی وہ منہجِ تحقیق ہے جس کی بناء پر اسلامی دنیا میں ان نظریات کو خاطر خواہ جگہ نہیں مل سکی۔

یہ بات بھی حیرت انگیز اور افسوسناک ہے کہ بعض دوسرے مستشرقین کی طرح جیفری نے بھی صحیح بخاری کی اس روایت کو درست ماننے سے انکار کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سرکاری سطح پر کوئی نسخہ تیار فرمایا تھا وہ لکھتا ہے:

"His collection would have been a purely private affair, just as quite a number of other companions of the Prophet had made personal collections as private affairs"(۷۹)

حالانکہ اگر عہدِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جمع شدہ قرآن Private collection ہوتو اس کے جمع کے لیے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کی کوئی ضرورت نہ تھی اس کے باوجود انہوں نے مشورہ فرمایا۔ ظاہر ہے کہ یہ مشورہ تب ہی ہوسکتا ہے جب وہ جمع ذاتی نہ ہو بلکہ سرکاری سطح پر ہو۔ خود جیفری کے بقول دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی ذاتی مصحف تھے اور وہ انہوں نے کسی کے مشورہ یا اس قسم کے حالات سے متاثر ہو کر نہیں لکھے تھے۔ لہٰذا عہدِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں جمعِ قرآن سرکاری سطح پر ہی ہوا تھا۔

نیز یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں وہ ساری باتیں تو جیفری کی نگاہ میں جھوٹی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سرکاری سطح پر قرآن کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا تھا، لیکن اسی روایت کا وہ حصہ اس کی نظر میں بالکل صحیح ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ جملہ نقل کیا گیا ہے کہ ''اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسی طرح شہید ہوتے رہے تو خطرہ ہے کہ کہیں قرآن کا بڑا حصہ ضائع نہ ہو جائے''۔ ایک طرف تو وہ پوری روایت نقل کر کے اسے من گھڑت اور موضوع کہتا ہے اور دوسری طرف اسی روایت سے قرآن کریم کے غیر مکتوب ہونے پر استدلال بھی کرتا ہے۔ اس کے باوجود اس کا دعویٰ یہ ہے کہ مستشرقین کا انصاف، نیک نیتی اور غیر جانبداری بالکل واضح ہے۔(۸۰) اس طرح کی متناقض (Paradox) آراء مستشرقین کی تحقیقات میں جابجا نظر آتی ہیں۔

طاش کبریٰ زادہ رحمہ اللہ نے علامہ خطابی رحمہ اللہ کے حوالہ سے عہدِ رسالت میں مصحف واحد میں عدمِ جمعِ قرآن کی حکمتوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"إنما لم يجمع القرآن فی المصحف لما كان يترقبه من ورود ناسخ لبعض أحكامه أو تلاوته، فلما انقضى نزوله بوفاته الهم الله الخلفاء الراشدين ذلك وفاء بوعده الصادق لضمان حفظه على هذه الامة"(۸۱)

''قرآن ایک مصحف میں اس لئے جمع نہیں ہوا، تاکہ احکامات اور تلاوت میں ناسخ کے ورود کا انتظار کیا جائے۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اس کا اِمکان ختم ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے خلفاءِ راشدین کو اُمت کے لیے اس کتاب کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حفاظت کی ضمانت اور اپنے وعدہ کو سچا کرنے کی توفیق بخشی۔''

- آرتھر جیفری قرآن کی ترتیب کو بھی موضوعِ بحث بناتا ہے، اور اس حوالے سے رقمطراز ہے:

"فإن علماء الغرب لا يوافقون على أن ترتيب نص القرآن كما هو اليوم في أيدينا من عمل النبي ﷺ"(۸۲)

یعنی مغرب کے علماء نصِ قرآنی کی موجودہ ترتیب کو عملِ نبی ﷺ ماننے پر متفق نہیں ہیں۔ اس اعتراض کی عبارت میں اولاً تو اخفاء ہے کہ 'ترتیبِ نصِ قرآنی' سے اس کا کیا مفہوم ہے، کیونکہ ترتیب آیات اور ترتیبِ سور دونوں مصحف کے حصے ہیں۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری محسوس ہوتی ہے کہ مستشرقین نے قرآن کی آیات وسور کی ترتیب کو اپنا خاص موضوع اس لئے بنایا تا کہ وہ قرآن کریم کو غیر مرتب اور ناقص ثابت کر سکیں۔ ان کے نزدیک قرآن اس ترتیب کے مطابق نہیں جس پر وہ نازل ہوا تھا۔ چنانچہ Rodwell نے ترجمۂ قرآن کے پیش لفظ میں تحریر کیا ہے کہ 'اس وقت مصحف میں موجود ترتیب دراصل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تیار کردہ ہے، ان کو جمعِ قرآن کے وقت جس ترتیب سے مختلف مقامات سے قرآن ملتا گیا وہ اسے اسی ترتیب کے مطابق جوڑتے چلے گئے، ان میں کوئی تاریخی ربط یا ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی۔(۸۳)

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذاتی مصاحف کا مصحفِ عثمانی سے تقابل اور اس کی حقیقت

جیفری نے کتاب المصاحف کے مقدمہ میں "اختلاف مصاحف الصحابة" کے عنوان کے تحت متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذاتی مصاحف جن میں علی بن ابی طالب، ابی بن کعب، سالم مولیٰ حذیفہ، عبداللہ بن مسعود، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن زبیر، ابوزید اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہ کے نام لے کر یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے قرآن کو اپنے اپنے مصحف میں جمع کیا۔ جیفری کہتا ہے کہ اگرچہ بعض لکھنے والوں نے جمع سے مراد حفظ لیا ہے، لیکن ہم ان کے قول سے موافقت نہیں کرتے جس کی چار وجوہ ہیں:

- حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا جمع شدہ مصحف اونٹ پر لاد کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس لائے۔
- ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا مصحف لوگوں میں 'لباب القلوب' کے نام سے موسوم ہوا۔
- ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جلا دیا۔
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عراق میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنر کو اپنا جمع کردہ مصحف پیش کرنے سے انکار کیا۔

اس سے لازم آتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو جمع کیا تھا وہ مصاحف میں تحریری صورت میں جمع تھا اور ہر صحابی رضی اللہ عنہ کا خاص مصحف انہی سورتوں اور آیات پر مشتمل تھا جن سے وہ مطلع ہو پائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیلئے جو مصحف زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے لکھا وہ بھی مستشرقین کی رائے میں 'مصحفِ خاص' تھا۔(۸۴) جیفری ان تفصیلات کو ذکر کرنے کے بعد اپنا ہدف ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"وكانت هذه المصاحف يختلف بعضها عن بعض لأن كل نسخة منها اشتملت على ما جمعه صاحبها وما جمعه واحد لم يتفق حرفا ما جمعه الآخرون"(۸۵)

''یہ مصاحف آپس میں ایک دوسرے سے مختلف تھے، کیونکہ ہر نسخہ اپنے جامع کی درج کردہ (معلومات) پر مشتمل تھا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کا جمع کیا ہوا دوسروں سے ایک حرف میں بھی متفق نہیں تھا۔''

جیفری نے کتاب المصاحف کی ساتھ ملحقہ Materials میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذاتی طور پر جمع کئے ہوئے نسخوں کے متعلق یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان مصاحف کا باہمی اختلاف بذاتِ خود ایک پیچیدہ مسئلہ ہے نیز یہ مصاحفِ صحابہ مصحفِ عثمانی کے مقابل ہیں۔ اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے ۲۸ مصاحف کو مصحفِ عثمانی کے مقابل قرار دیتے ہوئے تقریباً ۶۰۰۰ سے زائد ایسے مقامات کی نشاندہی کی ہے جو کہ مصحفِ عثمانی سے مختلف تھے۔(۸۶) بنیادی مصاحف میں درجِ ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام مذکور ہیں:

① حضرت سالم رضی اللہ عنہ (۱۲ھ)
② حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۲۳ھ)
③ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۲۹ھ)
④ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ (۳۳ھ)
⑤ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (۴۴ھ)
⑥ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (۴۵ھ)
⑦ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (م ۴۸ھ)
⑧ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۵۹ھ)
⑨ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۶۵ھ)
⑩ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (۶۸ھ)
⑪ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۷۳ھ)
⑫ حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ (۷۴ھ)
⑬ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
⑭ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
⑮ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب کہ ثانوی مصاحف میں ۱۳ تابعین کے نام شمار کیے گئے ہیں۔(۸۷)

غرض قرآنی نص کو تنقید کا نشانہ بنانے کے لیے ان مصاحف میں مذکور اختلافات کو جیفری نے حتی المقدور اُچھالنے کی کوشش کی ہے، لیکن ساتھ ہی وہ اس حقیقت کا بھی اظہار کرتا ہے:

"This is the absences of any direct manuscripts evidence".(۸۸)

''بہر حال یہ روایات براہِ راست کسی باقاعدہ تحریری ثبوت کی حامل نہیں ہیں''۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذاتی مصاحف میں اختلافات کے ضمن میں جیفری کے معاندانہ رویۂ تحقیق سے پیدا شدہ بے بنیاد شکوک وشبہات کے اِزالہ اور مستشرق موصوف کی اس کام کی تقییم (Evaluation) سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مصاحفِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے مسلم محققین اور علماء کے نقطۂ نظر کا طائرانہ جائزہ لیا جائے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعددِ مصاحف اوران کی حقیقت ......جمہور علماء کا موقف

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذاتی مصاحف کے وجود یا عدمِ وجود کے متعلق دو آراء پائی جاتی ہیں: ایک یہ کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے خاص طور پر اپنے لیے کچھ اَوراق، قرآنی آیات اور اس کی قراءات و تفسیر پر مشتمل رکھے ہوئے تھے۔ جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ابن سیرین رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"لمّا مات رسول اللهﷺ آليت إلا آخذ عليّ ردائي إلا لصلاة الجمعة حتى أجمع القران فجمعته"(۸۹)

''جب آپ ﷺ فوت ہوئے تو میں نے قسم اٹھائی کہ میں سوائے نمازِ جمعہ کے اپنے اوپر چادر نہیں لوں گا یہاں تک میں قرآن کو جمع کردوں، سو میں نے اس کو جمع کرلیا''۔

یا عمومی طور پر بخاری کی اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوانے کے بعد ان مصاحف کے علاوہ ہر صحیفہ یا مصحف جلانے کا حکم ارشاد فرمایا۔(۹۰)

دوسرا یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا انفرادی طور پر جمع شدہ مواد 'مصحف' کا نام اختیار کر چکا تھا جبکہ درحقیقت وہ چند روایات ،اخبارِ آحاد یا شاذہ قراءات تھیں جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بطورِ تفسیرِ قرآن ذکر کردیں جو بعد میں اپنی استنادی حیثیت سے قطع نظر لغت، ادب اور قراءات کی کتابوں میں جگہ پا گئیں۔ واضح رہے کہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں کا ذکر کیا ہے جن کو جیفری بعد میں 'مقابل نسخہ جات' کے حامل بنا کر پیش کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان دس اصحاب رضی اللہ عنہم کے پاس تحریری شکل میں الگ الگ قرآن کے نسخے تھے۔ اسی طرح ابن ابی داؤد رحمہ اللہ ان حضرات کی جانب منسوب مختلف قراءات کو مصحف کے عنوان سے بیان کرتا ہے اور ساتھ ہی وہ جَمعَ القرآن کے الفاظ ان حضرات کے لیے بھی استعمال کرتا ہے جنہوں نے قرآن کریم یاد کررکھا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"فإنه يقال للذى يحفظ القرآن قد جمع القرآن"(۹۱)

اسی طرح لفظ مصحف کو بطور حرف یا قراءت کے معانی میں بھی استعمال کیا ہے تاکہ اس کی ذکر کردہ مختلف قراءات کا کسی باقاعدہ تحریری نسخہ سے ماخوذ ہونے کا گمان نہ ہو۔(۹۲) اگرچہ جیفری بھی ان مصاحفِ صحابہ کی مستقل تحریری شکل کے عدم ثبوت کا قائل ہے تاہم اس کا میلان ان کو باقاعدہ مصحف کی صورت میں پیش کرنے کی طرف ہے جو کہ قطعی طور پر غیر تحقیقی اور بے بنیاد ہے۔

- یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ مصاحفِ صحابہ کے عنوان سے جن کتب کا تاریخ میں تذکرہ ملتا ہے ان کی تعداد ابن ندیم رحمہ اللہ نے ۱۲ شمار کی ہے ان میں قدیم ترین کتاب ابن عامر یحصبی رحمہ اللہ (م۱۱۸ھ) کی کتاب 'اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق' ہے۔(۹۳) ابن ابی داؤد رحمہ اللہ (م۳۱۶ھ)، ابن انباری رحمہ اللہ (م۳۲۸ھ) اور ابن اشتہ رحمہ اللہ (م۳۶۰ھ) کی کتبِ مصاحف کے سوا کسی اور کتاب نے اپنا نشان نہیں چھوڑا۔ مذکورہ تین کتابوں میں سے بھی مؤخر الذکر دونوں کتب ضائع ہو چکی ہیں۔(۹۴) صرف ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی کتاب زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہی۔ مصحفِ عثمانی کے اتنے عرصہ بعد ان کتب کا رواج محض علمی ورثہ کے طور پر فنون کی وسعتوں کا ایک مظاہرہ ہے جس کا سند و روایت یا محکم و محقق ذرائع سے کوئی واسطہ نہیں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہی امت مسلمہ میں ان کی وجہ سے کبھی کوئی تشویش ہی پیدا ہوئی۔

- یہاں ایک بنیادی طرز کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذاتی مصاحف کو جمعِ قرآن کے وقت ممنوع کیوں نہیں قرار دیا؟ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح ان کے جلانے کا حکم کیوں نہ ارشاد فرمایا؟ یقیناً اس کی یہی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ وہ مصاحف صحابہ کے ذاتی اور مخصوص مصاحف تھے جو صرف انہی کے زیرِ استعمال رہتے تھے اور کسی دوسرے کی اس تک پہنچ نہ ہوتی اور نہ ہی ایسے واقعات اس وقت تک نمودار ہوئے تھے کہ جو مصحفِ واحد کا تقاضا کرتے۔ چونکہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا تھا اس لئے دوسری قراءات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترغیب ان مصاحف کے بقاء کی ایک وجہ تھی۔[۹۵] جن کی ضرورت عہدِ عثمانی میں قراءات سمیت قرآن کے جمع ہوجانے کے بعد ختم ہوگئی، اس لیے ان کو جلا دیا گیا۔
- آرتھر جیفری نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب مصاحف منسوب کرنے میں بڑی جرات کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا مختلف قسم کے ۲۸ مقابل قرآن ایجاد ہوگئے حالانکہ اس نے بعض ایسے حضرات کو بھی مصحف کا حامل گردانا ہے جن سے پورے قرآن میں صرف چند مقامات پر قراءات کے اختلافات وارد ہوئے ہیں مثلاً حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے مصحف میں صرف دو روایات ذکر کر کے[۹۶] اس کو مصحف کا بھاری بھرکم عنوان دے دیا ہے۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ۴ روایات[۹۷]، ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے کوئی نہیں[۹۸]، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ۱۰ روایات[۹۹] حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ۱۰ روایات[۱۰۰]، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ۴ روایات[۹۵]، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ۲۴[۱۰۲] حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ۲۹[۱۰۳]، ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ۳۵ روایات[۱۰۴] اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۱۳ روایات ذکر کی گئی ہیں۔[۱۰۵]

جیفری نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مصاحف کے حوالہ سے جس مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے اس کی ایک جھلک اس کے اس قول سے نظر آتی ہے کہ

”وما جمعه واحد لم يتفق حرفا مع ما جمعه الآخرون“[۱۰۶]

”یعنی ہر ایک مصحف دوسرے مصحف سے ایک حرف میں بھی موافقت نہیں رکھتا۔“

نصِ قرآنی کی تحریف اور عدمِ توثیق کیلئے اس قدر بلا دلیل جملہ تحقیق کے میدان میں قطعاً کوئی وزن نہیں رکھتا کیونکہ یہ تمام مصاحف خود جیفری کی مقدور بھر کوشش سے Materials میں مرتب کیے گئے ہیں۔ اس کے سوا ان کی کچھ حقیقت نہیں۔

- یہاں اس امر کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ جیفری نے غیر تصحیح شدہ نسخہ جات سے جن اختلافی قراءات کو نقل کیا ہے ان سب کی اسناد غیر مصدقہ ہیں۔ وہ کوئی قابلِ اعتبار سند کے ساتھ ایسی کوئی قابلِ ذکر اختلافی قراءت لانے میں کامیاب نہیں ہو سکا جو مصحفِ عثمانی کی اسناد کی طرح محکم و متواتر ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض اختلافی قراءات جو ہم تک پہنچی ہیں وہ لسانی اعتبار سے بھی ناممکن نظر آتی ہیں اور بعض اختلافی روایات کی اسناد ناممکن الوجود اور محال ہیں جو زمانی اعتبار سے درست تسلیم نہیں کی جاسکتیں یا وہ روایت کے معروف اصولوں کے مطابق نہیں ہیں۔[۱۰۷]
- جیفری کے بقول: تمام مستشرقین کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے جو مصحف حضرت زید بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ثابت رضی اللہ عنہ نے لکھا وہ بھی مصحف خاص تھا، رسمی نہ تھا۔(۱۰۸) حالانکہ صحیح بخاری کی روایت ہے جس میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس حکم پر یہ جملہ کہا تھا کہ

"فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی بہ"(۱۰۹)

''بخدا اگر مجھے کسی پہاڑ کے اٹھانے کا مکلّف بنایا جاتا تو وہ اس حکم کی نسبت آسان ہوتا۔''

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذکوہ جملہ جیفری کے پیشِ نظر ہے، حیرت ہے کہ اگر یہ حکم محض مصحفِ خاص کی تیاری کے لیے ہوتا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس قدر ذمہ داری کا احساس کیوں ہوتا؟ جب کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس پہلے سے مصحف موجود تھا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ مصحف خاص نہیں بلکہ رسمی اور سرکاری تھا۔ تاہم اگر ایک لمحہ کے لیے جیفری کے نظریہ کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ مصحف خاص تھا پھر بھی قرآنی نص کی توثیق میں فرق واقع نہیں ہوتا، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم تھا کہ کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے سینوں میں قرآن مجید کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں، بالفرض اگر ضرورتِ رجوع پیش آئے تو 'مصحفِ خاص' کی موجودگی سے سہولت لی جائے۔ لہٰذا مصحفِ خاص ماننے سے بھی کسی طرح کا حرج لازم نہیں آتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہی مصحف عہدِ عثمانی میں مصاحف کی تیاری کے لیے سب سے بنیادی مصدر تھا۔(۱۱۰)

- مقابل مصاحف کا عنوان دیتے ہوئے جیفری نے اس حقیقت کو بھی یکسر فراموش کر دیا ہے کہ مصحفِ عثمانی کی تیاری میں کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بالواسطہ یا بلا واسطہ شرکت کی اور بالآخر تقریباً بارہ ہزارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع منعقد ہوا۔ بالفرض اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مصاحف میں باہمی اختلاف ہوتا تو وہ اپنے مصاحف پر ڈٹے رہنے کا اعلان کرتے اور کبھی بھی مصحفِ عثمانی کو تسلیم نہ کرتے۔(۱۱۱)

خود ابن ابی داؤد رحمہ اللہ، جن کو جیفری نے بظاہر اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے، اپنی کتاب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مصاحف میں اختلافات کے ضمن میں مصحفِ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول روایات ذکر کرنے کے بعد اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں:

"لا نری أن نقرأہ إلا المصحف عثمان الذی اجتمع علیہ أصحاب النبی ﷺ، فإن قرأ إنسان بخلافہ فی الصلوٰۃ أمرتہ بالاعادۃ"(۱۱۲)

''ہمارے خیال میں اصحابِ پیغمبر رضی اللہ عنہم کا مجمع علیہ مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ ہی پڑھا جانا چاہیے۔ اگر کوئی شخص اس کے برخلاف نماز میں قراءات کرے تو میں اس کو نماز لوٹانے کا حکم دوں گا۔''

لیکن مستشرق موصوف کو ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی کتاب المصاحف کے غالباً انہی اجزاء سے اتفاق ہے جو اس کے طے شدہ فکر سے ہم آہنگ ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے منسوب مصاحف اور جیفری کا نقطہ نگاہ

آرتھر جیفری نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے منسوب مصاحف میں روایات کی چھان بین کئے بغیر مصحفِ عثمانی سے ان کا تقابل کیا ہے اور تقریباً ۶۰۰۰ سے زائد ایسے مقامات کی نشاندہی کی ہے جو مصاحف صحابہ میں موجود قرآن سے مختلف تھیں۔ ان مصاحف میں ایسی آیات وقراءات کا تذکرہ بھی کرتا ہے جو قرآنی نص سے کم یا زیادہ ہیں۔

جیفری کے ان شبہات کا جواب ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی کتاب المصاحف میں مذکور روایات کی عدمِ صحت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو دلیل بنانے سے بھی زیادہ مناسب اس انداز سے دیا جا سکتا ہے کہ جیفری کی منتخب روایات کی توضیح اس طرح کی جائے کہ تطبیق ،ترجیح اور تاویل کی صورت میں مفہومِ روایت کی وضاحت ہو جائے۔ دورِ قریب کے عظیم مفکر ڈاکٹر حمیداللہ رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے تھی ۔ وہ جمعِ قرآن سے متعلق ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ کی کتاب المصاحف اور ایسی دوسری کتابوں میں بیان کی گئی روایات کو رد نہیں کرتے بلکہ وہ ان روایات کی تشریح وتوضیح اس انداز سے کرتے ہیں کہ ان کتابوں میں موجود روایات کی تردید بھی نہیں ہوتی اور ان کی ایسی تاویل ممکن ہوتی ہے جس سے ان کا اپنا مدلل نقطۂ نظر بھی متاثر نہیں ہو پاتا۔(۱۱۳) ذیل میں یہی منہج اختیار کرتے ہوئے جیفری کی محققہ ،ابن ابی داوٗد رحمہ اللہ کی ،کتاب المصاحف کی چند روایات کی تاویلات پیش کی جاتی ہیں جن سے واضح ہوگا کہ بالفرض اگر ایسی روایات کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس کا درست مفہوم ،صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور دیگر علماءِ امت کے متفقہ نظریہ ہی کے موافق بنتا ہے۔

الغرض جیفری کے وضع کردہ تمام مصاحف اور ان میں موجود قراءات وروایات کا کوئی اطمینان بخش ثبوت نہیں ملتا اور غالباً جیفری اسی وجہ سے ان روایات کے استنادی ثبوت کے درپے نہیں ہوا اور نہ ہی ان قراءات کے مصادر متعین کیے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ Materials کے ۳۶۲ صفحات میں مرقوم 'مصاحف' مروج ومتواتر متنِ قرآنی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور نہ ہی کمزور روایات کا مصحف عثمانی سے تقابل کا کوئی منطقی جواز بنتا ہے۔جیفری کو یہ بات معلوم ہونے کے باوجود کہ تابعین کے مصاحف سراسر مصاحفِ صحابہ کے تابع ہیں۔مثلاً مصحفِ علقمہ (م۶۲ھ)،ربیع بن خیثم رحمہ اللہ (م۶۴ھ)،حارث بن سوید رحمہ اللہ (م۷۰ھ)، حطان رحمہ اللہ (م۷۳ھ)،اسود رحمہ اللہ (م۷۴ھ)،طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ (م۱۱۲ھ) اور مصحفِ اعمش (م۱۴۸ھ) مکمل طور پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مصاحف پر مبنی تھے۔اس کے باوجود اس نے ۱۳ تابعین کے مصاحف کو محض اپنی کتاب کی ضخامت کا ذریعہ بنایا ہے۔

جیفری نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان مختلف مصاحف کے متعلق یہ نظریہ بھی قائم کیا ہے کہ یہ مختلف شہروں میں مصحف عثمانی سے قبل رائج تھے اور انہی کے مابین اختلاف کے باعث لوگ ایک دوسرے کی قراءات کا انکار کرنے لگے۔(۱۱۴) حالانکہ تاریخی یا منقولی اعتبار سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ مصاحفِ عثمانیہ کے ارسال سے قبل صحابہ رضی اللہ عنہم کے کوئی رسمی مصاحف تھے بلکہ ان کے پاس صحف اور قرآن کی بعض سورتوں کے اجزاء تھے۔چونکہ اصل بنیاد حفظ پر تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف حروف سن لینے کی بناء پر ان کی ادائیگی میں اختلاف پیدا ہوا ،مفہوم ومقصد پر سب کا اتفاق تھا۔یہی وجہ بنی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قراء کو بھی بھیجا تا کہ لوگوں کو بعینہ ان حروف پر قرآن پڑھائیں جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔(۱۱۵)

اسی ضمن میں آرتھر جیفری نے کہا ہے کہ اہلِ شام مصحفِ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر متفق تھے(۱۱۶) حالانکہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے جبکہ شام میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ موجود رہے۔(۱۱۷)

- مصاحف عثمانیہ کے نقطوں اور حرکات سے خالی ہونے کی وجہ سے جن اختلافات کا جیفری نے تذکرہ کیا ہے اس کی بنیاد گولڈزیہر ہے جس کا موقف گزشتہ بحث میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

◉ جیفری نے مروّجہ قراءات کو ائمہ قراء کا انتخاب واختیار قرار دیتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کی اصلیت منقولی نہیں بلکہ اجتہادی واختیاری ہے۔قراءات کے ارکانِ ثلاثہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اس نے دوسری شرط 'صحابہ ﷡ سے مروی ہونا' ذکر کیا ہے حالانکہ علماءِ اسلام میں سے کسی نے یہ رکن بیان نہیں کیا بلکہ سند کا آنحضور ﷺ سے مروی ومربوط ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

◉ ابن مجاہد ؒ کے سات قراءات منتخب کرنے کی بنیاد جیفری نے حدیث سبعۂ احرف قرار دی ہے۔(۱۱۸) حالانکہ سات قراءات کا یہ اختیار حدیث سبعۂ احرف کی بناء پر نہیں اور نہ ہی ابن مجاہد ؒ نے کہیں اس کی صراحت کی ہے۔ بلکہ یہ ایک اتفاق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے مزید تین قراءات کو بھی مشہور قرار دیا اوران کو بھی سبعہ احرف پرمبنی قرار دیا۔پھر یہ اختیار کسی قرعہ یا ذاتی خواہش پرنہیں تھا بلکہ کثرتِ روایت اور تدریسِ قرآن میں ممارست وتجربہ اورمہارت کی بنیاد پر تھا۔چنانچہ محقق ابن الجزری ؒ (م۸۳۳ھ) لکھتے ہیں:

”إضافة الحروف والقراء ات إلی أئمة القراء ة ورواتهم المراد بها أن ذلك القاری وذلك الامام اختار القراء ة بذلك الوجه من اللغة حسب ما قراء به فآثره علی غیره وداوم علیه ولزمه حتی اشتهر وعرف به وقصد فیه وأخذ عنه فلذلك أضیف إلیه دون غیره من القراء وهذا الاضافة اختیار ودوام ولزوم لا إضافة اختراع ورايٍ واجتهادٍ“(۱۱۹)

غرض ائمہ قراء کی طرف یہ انتساب ان کے ہمیشگی اختیار اورالتزام کی وجہ سے ہے نہ کہ اختراع ورائے کی بنیاد پر۔ مثلاً ابن البازش ؒ نے امام نافع ؒ کے مطابق لکھا ہے کہ انہوں نے جس قراءت کا لزوم کیا وہ اہلِ مدینہ کے لیے مرجع بن گئی اوران کے اختیار کی طرف لوگوں نے رجوع کیا۔(۱۲۰) یہی وجہ ہے کہ قراءات کے اختیار کے بھی چند قواعد ہیں جن کو امام ابوعبید القاسم بن سلام ؒ نے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک قاعدہ 'کثرت' ہے یعنی کسی قراءت کو کثرتِ استعمال کی وجہ سے بھی بعض قراء اختیار کر لیتے ہیں۔(۱۲۱) جن قراء نے قراءات کو اختیار کیا انہوں نے اس کو روایت برِوایت صحابہ ﷡ اوررسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا۔مکی بن ابی طالب ؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔(۱۲۲) ڈاکٹر محمد الحبش نے لکھا ہے کہ ان قراءات میں ائمہ کا کوئی اجتہاد نہیں اور نہ ان کو نص میں کسی قسم کے تصرف اورتحکّم کا کوئی اختیار حاصل ہے،ان کا کام صرف روایت کی صحت،ضبط اوراس کی توثیق کی حد تک محدود ہے۔(۱۲۳)

◉ جیفری نے قراءاتِ حفص کی ترجیح وتعمیم اوراس میں نافع ؒ کی روایت کومستحسن قرار دینے میں بھی یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ ترجیح یا استحسان دراصل اختیاری ہے اورقراءات کے مابین بھی تفاوت واختلاف پایا جاتا ہے۔(۱۲۴) حالانکہ متواتر قراءات میں ترجیح نہیں ہوسکتی، کیونکہ تمام قراءات ثابت اورمرتبہ میں ایک دوسری کے برابر ہیں اسی طرح نافع ؒ کی روایت شہرت اور کثرتِ ممارست ومدارست کی وجہ سے اختیار کی گئی ہے۔ استحساناً ایسا نہیں کیا گیا۔(۱۲۵)

◉ اس مقدمہ کے آخر میں مستشرق موصوف نے پھراسی بات کا اِعادہ کیا ہے جومقدمہ کے شروع میں کیا تھا کہ قرآنی قراءات میں ارتقاء واقع ہوا ہے۔اس کے نزدیک آغاز میں مصاحف قدیمہ کا رواج تھا،پھر مصاحفِ عثمانیہ مختلف شہروں میں رائج ہوئے بعدازاں قراءات کواختیار کرنے میں آزادی کا رجحان پیدا ہوا،پھرسبعہ یا عشرہ کا تسلط ہوا، پھر روایاتِ عشرہ کو اختیار کیا گیا اورآخر میں قراءتِ حفص عام شہروں میں رائج ہوگئی۔(۱۲۶) قراءات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآنیہ میں ارتقاء کا یہ نظریہ کئی لحاظ سے باطل ہے:

- مصاحفِ قدیمہ کی اِصطلاح جیفری کی اپنی وضع کردہ ہے اور جیفری نے ثانوی درجہ کے مصادر میں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیری روایات کو مصاحفِ قدیمہ کا نام دیا ہے حالانکہ عرضۂ اخیرہ کے مطابق تمام آیاتِ قرآنیہ مصاحفِ عثمانیہ کی صورت میں باجماعِ صحابہ اُمت میں مروج ہوئیں۔
- قراءات کے اختیار میں آزادی نہیں تھی بلکہ قراءات سنتِ متّبعہ اورمنزل من اللہ ہیں،ان میں کسی انسان کے لیے کسی قسم کے اجتہاد واختیار کی کوئی گنجائش نہیں۔
- سبعہ یا عشرہ قراءات کا 'تسلط'(۱۲۷) نہیں ہوا بلکہ ان کی ترویج شہرت اور تواتر کی وجہ سے ہوئی۔
- قرآن کریم کی قراءات کو بنیاد بنا کر جس ارتقائی تاریخ کی غیر تکمیلی صورت کا مستشرق موصوف نے تذکرہ کیا ہے وہ انتہائی مضحکہ خیز ہے خصوصاً یہ سوچ جس کی بناء پر وہ قرآن کو بائبل کے مقابلہ میں کمتر پیش کرنے کی جسارت کررہا ہے،انتہائی غیر دیانتداری پر مبنی رویۂ تحقیق ہے۔اس کا اندازہ صرف اس بات سے ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید کے برعکس جملہ کتب انبیاء کی وفات کے سینکڑوں سال بعد ان کے حواریوں کے ہاتھوں لکھی گئیں جبکہ قرآن اوراس کی قراءات خالصتاً سماعی اور منقولی بنیادوں پر پھیلی ہیں، کتابت اس کیلئے کبھی کوئی معیار نہیں رہا بلکہ بعد میں کتابتِ قرآن ان قراءات کو پیشِ نظر رکھ کر مکمل ہوئی۔غرض قراءات میں کسی قسم کا کوئی تطور،تغیر یا ارتقاء نہیں ہوا بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے تابعین، ائمہ قراء اور امت تک بطریقۂ تواتر یہ قراءات ہم تک پہنچی ہیں اور قرآن کا ہر حرف ابدی صداقتوں کا حامل ہے اور ان میں آج تک کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔

صنعاء (یمن) سے دریافت شدہ قرآنی مخطوطات اور استشراقی توقعات

یمن کے شہر صنعاء کی عظیم جامع مسجد کی نئی تعمیر کے دوران اس کے بالا خانہ سے ۱۹۷۲ء میں پرانے چرمی اوراق، بہت بڑی تعداد میں دریافت ہوئے، جن میں سے اکثر پر قرآنی آیات تحریر تھیں،یمن میں محکمہ آثارِ قدیمہ کے چیئرمین قاضی اسماعیل الاکوع نے جب ان پارچہ جات کو ملاحظہ کیا تو ان کی قدامت اور خستہ حالی کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ ان اوراق کو صحیح سالم حالت میں محفوظ کرنے کیلئے ماہرینِ فنِ آثارِ قدیمہ کو دعوت دینا زیادہ مناسب ہے چنانچہ قاضی اسماعیل الاکوع کی خصوصی دلچسپی سے جرمنی کی وزارتِ خارجہ کے ذریعہ دو جرمن ماہرین ڈاکٹر گریڈ، آر پیوئن (Dr. Gred. R. puin) اور ایچ۔سی۔گراف وان بوتھمر (H.C.Graf Von Bothemer) کو ان قرآنی مخطوطات کی حفاظت اور بحالی کیلئے طلب کیا گیا۔ان ماہرین نے اس منصوبہ پر چند سال کام کیا۔

اس بات سے قطع نظر کہ ان ماہرین نے اس تحقیقی منصوبہ پر کیا اور کتنا کام کیا،یہ بات واضح طور پر مشاہدہ کی گئی کہ ان کے استشراقی مقاصد اور مشنری جذبات کسی صورت بھی ان سے جدا نہیں ہوئے، چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ بوتھمر نے اس دوران ۳۵۰۰۰ پارچہ جات کی مائیکروفلم کا ریکارڈ خفیہ طور پر محفوظ کیا اور ان کو اپنے ساتھ جرمنی لے آیا۔ ۱۹۸۷ء میں انہی پارچہ جات کے حوالے سے بوتھمر اور پیوئن نے ایک مقالہ لکھا اور اُن مخطوطات کے نمبر دینے کے ساتھ ساتھ ایک چرمی مخطوطے جس کا نمبر ۳۲۔۱۰۳۳ تھا، کے بارے میں یہ نشاندہی کی کہ اس کی قدامت پہلی صدی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہجری کے آخری چوتھائی حصہ سے ہے۔ یہ آرٹیکل ''Observations on Easly Qru'an Manuscript in Sana'' کے عنوان سے تحریر کیا گیا اور مختصر عرصے میں مستشرقین کی توجہات کا مرکز بن گیا، چنانچہ اس سلسلے میں ایک سیمنار لائیڈن ۱۹۹۸ء میں مطالعات قرآنی (Qur'anic Studies) کے نام سے منعقد کیا گیا جس میں بوتھمر اور پیوئن نے صنعاء کے مخطوطات قرآنیہ کے حوالے سے لیکچرز دیئے۔ (۱۲۸)

منعقدہ لیکچرز کی تفصیلات اگرچہ نہیں ملتی تاہم Puin کا آرٹیکل پڑھنے سے چند اہم نکات معلوم ہوتے ہیں۔

◉ Puin کے بقول اس کے پیش رو مستشرقین میں سے آرتھر جیفری Arthur Jeffery، اوٹو پرٹزل Otto Pretzel، انتونی سپٹلر (Antony Spitaler) اور اے فچر (A Fischer) نے قرآن کا نظر ثانی شدہ (Revised Versian) مصحف تیار کرنے کیلئے ایک سنجیدہ کوشش کی تھی اور اس ضمن میں انہوں نے اسوقت تک کے موجود ہزاروں مصاحف قرآنی کا آپس میں تقابل کرنے کے منصوبہ پر کام کا آغاز کیا۔ اس کے لیے جرمن کی میونخ یونیورسٹی میں یہ تمام مواد جمع کر کے بڑے پیمانے پر کام کو آگے بڑھایا گیا، لیکن انتہائی افسوسناک واقعہ اس وقت رونما ہوا جب دوسری جنگِ عظیم کے دوران یہ سارا مواد اور ریکارڈ بمباری سے تباہ ہوگیا۔ Piun کی نظر میں صنعاء کی یہ دریافتیں اسی منصوبہ کو دوبارہ شروع کرنے میں ایک بہت بڑی امید کی کرن اور اہم موقع کی حیثیت رکھتی ہیں اور قرآن کا Revised Versian فراہم کرنے اور اس کی نصوص میں اضطراب وارتقاء ثابت کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔ اس کے بقول:

"So many Muslims have this belief that everything between the two covers of the Koran is just God's unlatered word,"{Dr.Puin} says."They like to quote the textual work that shows that the Bible has a history and did not fall straight out of the sky, but until now the Koran has been out of this discussion. The only way to break through this wall is to prove that the Koran has a history too. The Sana fragments will help us to do this."(۱۲۹)

''مسلمان اکثریت یہ ایمان رکھتی ہے کہ جو کچھ قرآن کے دوگتوں کے درمیان میں ہے وہ بلاشبہ من وعن (بغیر کسی کمی بیشی کے) خدا کا کلام ہے۔ وہ قرآنی نصوص کو نقل کرتے ہوئے یہ تأثر دیتے ہیں کہ بائبل ایک تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے اور آسمانوں سے نازل نہیں ہوئی، تاہم اب (ان دریافتوں کے بعد) قرآن ایسی کوئی بحث کرنے کے قابل نہیں رہا، کیونکہ اب قرآن ''تاریخ'' ہے۔ صنعاء کے یہ اوراق ومخطوطات قرآن کی تاریخی حیثیت کو ثابت کرنے کیلئے ایک کامیابی ثابت ہوں گے۔''

◉ Puin ان دریافت شدہ قرآنی اوراق کے مطالعہ کے بعد موجودہ قرآن سے انحرافی یا اختلافی مقامات کی نشاندہی بھی کرتا ہے، مثلاً

❶ بہت سارے اوراق میں الف (ہمزہ) غلط طریقہ سے درج لکھا گیا ہے۔
❷ کچھ سورتوں میں آیات کے نمبرز ایک دوسرے سے مختلف دیئے گئے ہیں۔
❸ دو یا تین مقامات پر سورتوں کی ترتیب بھی مروجہ مصاحف میں سورتوں کی ترتیب سے ہٹ کر پائی گئی ہے۔ (۱۳۰)

◉ اگرچہ خود Puin کی نظر میں یہ اختلافات کوئی ایسے بڑے اختلافات نہیں ہیں جن کے ذریعے ان کو علومِ قرآنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کسی اہم پیش رفت کا زینہ قرار دیا جاسکے،لیکن اسکے باوجود اُن قدیم اوراق پر اپنے پہلے سے طے شدہ نتائج کا اظہار کرتا ہے۔

قرآن اپنے آپ کو مبین (واضح) کہتا ہے،لیکن اگر آپ اس پر نظر ڈالیں تو آپ اس کے ہر پانچویں جملے میں غیر معنویت کا مشاہدہ کریں گے، بہت سارے مسلم سکالرز اور مستشرقین بھی آپ کو بتائیں گے، حقیقت یہی ہے کہ قرآنی متن کا پانچواں حصہ بالکل نا قابلِ فہم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو ترجمہ کرتے وقت روایتی اضطراب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اگر قرآن خود عربی زبان میں ہی نہیں سمجھا جاسکتا تو اسکا ترجمہ کہاں ممکن ہوگا، لہٰذا قرآن کا اپنے بارے میں بار بار 'مبین' کہنا قطعی طور پر صحیح نہیں۔ (۱۳۱)

◉ نیز اوپر ذکر کئے گئے اختلافات، سورتوں اور آیات کی ترتیب میں اختلافات اس بات کا عندیہ دیتے ہیں کہ قرآن پیغمبر کی زندگی میں حتمی شکل میں لکھا ہوا مروّج نہ تھا۔ (۱۳۲)

قارئین ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ بائبل کے ماننے والوں کی یہی وہ بنیادی خواہش ہے جو گذشتہ ایک صدی سے مختلف طریقوں سے اظہار کے راستے تلاش کر رہی ہے کہ کسی طرح قرآن کو بھی بائبل کے بالمقابل لاکھڑا کیا جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ جس طرح تاریخی اعتبار سے بائبل لاتعداد تبدیلیوں اور ارتقاءات کا سامنا کرتی رہی، مسلمانوں کے قرآن کو بھی وقت اور تاریخ کے ساتھ ساتھ لفظی و معنوی تغیرات و ارتقاءات کا ملغوبہ قرار دیا جاسکے۔

Puinاس حوالے قلوا(قالوا)، قل (قال)، قلت(قالت) ، کنوا(کانوا)، سحر (ساحر)،اور بصحبکم (بصاحبکم) جیسی مثالیں پیش کرتا ہے، اگرچہ Puin یہ سمجھتا ہے کہ ان الفاظ کا تلفظ اور ادائیگی الف کے ساتھ ہوتی ہے تاہم یہ رسم ،شبہات کو جنم دیتا ہے، وہ اباؤکم ، اور ابوکم ، بلحق (بالحق)اور کلجواب (کالجواب) جیسی رسم کی غلطیوں کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔ (۱۳۳)

ٹوبی لسٹر Toby Lester نے Puin کی تحقیقات کو کافی تفصیلی بحث کرتے ہوئے قرآنی علوم اور اس کے متن میں ارتقاء کے حوالے سے ایک اہم پیش رفت کے طور پر اس ضمن میں اپنے مشہورِ زمانہ مقالہ ''What is the Koran?'' میں لکھتا ہے کہ ان صنعانی مخطوطات پر Puin کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں ارتقائی عمل جاری رہا ہے چنانچہ اسکے بقول موجودہ قرآن اس طرح نہیں ہے جس طرح محمد ﷺ کی زندگی میں ان کے پاس تھا۔ بلکہ یہ قرآن اسکی ترقی یافتہ شکل ہے۔ (۱۳۴)

Puin کے آرٹیکل میں جو تضادات پائے جاتے ہیں ان کا اظہار درج ذیل نکات میں کیا جاسکتا ہے:

① میونخ یونیورسٹی میں ۴۲۰۰۰ قرآنی مصاحف کو جمع کر کے ان میں باہمی تقابل کے نتیجہ میں تضادات تلاش کرنے کا جو استشراقی منصوبہ بنایا گیا، اس کے تباہ ہونے سے کچھ پہلے ایک اعلان کیا گیا ،جس کا ذکر ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ نے اس طرح کیا ہے:

''قرآن مجید کے نسخوں میں مقابلے کا جو کام ہم نے شروع کیا تھا وہ ابھی مکمل تو نہیں ہوا لیکن اب تک جو نتیجہ نکلا ہے وہ یہ ہے کہ: ان نسخوں میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں تو ملتی ہیں لیکن روایات کا اختلاف ایک بھی نہیں ہے۔'' (۱۳۵)

② معمولی اختلافات سورتوں کی ترتیب میں اس قدر پرانے اوراق میں بالکل قدرتی عمل ہے۔موجودہ مصاحف میں ترتیب کے خلاف کچھ لوگوں نے بذات خود بھی ترتیبات لگانے کی کوشش کی ہے، جسے فلوجل نے کیا، Puin

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی جگہ بھی قرآنی سورتوں کی متن میں اختلافات کی طرف اشارہ نہیں کر سکا۔

③ کسی قدیم مصحف میں مروّج ومتواتر قرآن سے ہٹ کر بعض غلطیوں کا ملنا دراصل تصحیحات کے زمرے میں تو آسکتا ہے تحریفات کے قبیل سے نہیں۔خود پیوئن نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے،ٹوبی لسٹر کے افسانے پر پیوئن نے قاضی اسماعیل الاکوع کو خط لکھ کر معذرت کرنے کے ساتھ ساتھ اعتراف کیا کہ سوائے چند رسم کی اغلاط کے ان اوراق میں اختلاف ہم دریافت نہیں کر پائے۔اس خط کا متن Impact International کے شمارہ نمبر ۳، مارچ ۲۰۰۰ء میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

④ یہ بے ترتیبی صرف سورتوں میں نہیں ، اوراق کے حوالے سے ذکر کی گئی ہے جیسا کہ Puin کے قبضہ میں ۳۵۰۰۰ مخطوطات تھے تو یہ ایک فطری عمل ہے۔

⑤ سورتوں میں ترتیب کا یہ خلا اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ مسلمان حفظ کے لیے چند سورتوں پر مشتمل مصاحف بھی استعمال کرتے تھے، اور مسجدیں اس وقت مدارس اور مکاتب کا کام دیتی تھیں ،لہٰذا یہ سورتوں کی بے ترتیبی نہیں بلکہ خاص مقصد کیلئے ترتیب دیئے جاتے تھے۔

⑥ اگر ایسا کوئی حصہ یا پورا قرآن بھی مل جائے تو یہ اس بات کی قطعی طور پر دلیل نہیں بن سکتا ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں یا کسی عہد میں یہی نسخہ مروّج رہا ہو، بلکہ ممکن ہے کہ یہ نسخہ کسی کاتب نے املاء کیا ہو اور یہاں محفوظ ہو گیا ہو۔ کیونکہ صدیوں کا تواتر اس کی نفی کرتا ہے۔

حواشی

(۱) زرکلی خیر الدین، الاعلام، ۸۴/۱، دار العلم للملايين ، بیروت، ط۲، ۱۹۸۴ء

(۲) نجیب العقیقی، المستشرقون، ۹۰۶/۳، دار المعارف مصر، ۱۹۶۵ء

(۳) الاعلام، ۸۴/۱......ونجيب العقيقی، المستشرقون، ۹۰۷/۳

(۴) گولڈزیہر، العقيدة والشريعة فى الاسلام، ص۴، ترجمہ: محمد یوسف موسیٰ، علی حسن عبدالقادر، عبدالعزیز عبدالحق، دار الكتب الحديثة، قاہرہ ۱۹۵۹ء

(۵) العقيدة والشريعة، ص۵

(۶) دیکھئے: Ignaz Gold Zihr, Islamic Studies, Goerge Allen and Unwin Ltd. Landon, 1886.

(۷) الدکتور مصطفیٰ السباعی، الاستشراق والمستشرقون، ص۳۳، مکتبہ دار البیان کویت، س۔ن۔

(۸) تفصیل کے لیے الغزالی محمد الغزالی کی کتاب دفاع عن العقيدة والشريعة ضد مطاعن المستشرقين ص ۵ یا ۱۰، دار الکتب الحدیثہ مصر، ط۳، ۱۳۸۴ھ اور علیان محمد عبدالفتاح کی اضواء على الاستشراق ص ۹ تا ۵۲، دار البحوث العلمیہ کویت، ط۱، ۱۴۰۰ھ ملاحظہ ہوں۔

(۹) عبدالحلیم النجار، تقدیم مذاهب التفسير الاسلامی، ص ث (۱۰) أضواء على الاستشراق، ص ۹ تا ۵۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱)ڈاکٹر عبدالحلیم النجار، مذاهب التفسیر الاسلامی (ترجمہ وتقدیم) (۱۲)الدکتور عبدالوہاب حموده، القراء ات واللهجات، مکتبہ النہضۃ المصریۃ قاہرہ، ۱۹۴۸ء
(۱۳)عبدالفتاح القاضی، القراء ات فی نظر المستشرقین والملحدین، دار مصر للطباعۃ، ۱۴۰۲ھ
(۱۴)شلبی عبدالتفاح اسماعیل، رسم المصحف العثمانی واوهام المستشرقین فی قراء ات القرآن الکریم: دوافعها ودفعها، مکتبہ نہضۃ مصر، ۱۹۶۰ء
(۱۵)ڈاکٹر ابراہیم عبدالرحمٰن خلیفہ، دراسات فی مناهج المفسرین، ص۶۹ تا ۲۱۲، بحوالہ بازمول محمد بن عمر بن سالم، القراء ات واثرها فی التفسیر والاحکام، ۱/۱۱۳، دار الہجرۃ، الریاض، ط۱، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء
(۱۶)الدکتور عبدالرحمٰن السید، کولدتسیهر والقراء ات، منشور بمجلۃ المربط، اصدار جامعۃ البصرۃ، عدد اول، بحوالہ: دکتور عبدالہادی الفضلی، القراء ات القرآنیة: تاریخ وتعریف، ص۱۱۱، ط۳، دار القلم بیروت، ۱۹۸۰ء
(۱۷)الکردی طاہر عبدالقادر، تاریخ القرآن وغرائب رسمه وحکمه، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی مصر، ط۲، ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء
(۱۸)مذاهب التفسیر الاسلامی، ص۴ (۱۹)ابن قتیبہ ابو محمد بن عبداللہ مسلم، تاول مشکل القرآن، ص۲۴ و۲۵، ت: السید احمد صقر، دار التراث القاہرہ مصر، ط۲، ۱۹۹۳ء
(۲۰)مذاهب التفسیر الاسلامی، ص۵۳ (۲۱)ہامش مذاهب التفسیر الاسلامی، ص۴
(۲۲)یہ حدیث متواتر ہے، دیکھئے: نظم المتناثر، ص۱۱ بحوالہ: محمد بن عمر بن سالم بازمول، القراء ات واثرها فی التفسیر والاحکام، ۱/۳۱۵
(۲۳)ابن حزم، الفصل فی الملل والاهواء والنحل، ۲/۷۶، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت، ط۲، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء (۲۴)مرجع سابق
(۲۵)الاجوبة الفاخرة، ص۹۷ تا ۹۹ (۲۶)تاویل مشکل القرآن، ص۳۳
(۲۷)القراء ات فی نظر المستشرقین والملحدین، ص۱۸ (۲۸)ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ۱۳/۳۹۱، جمع عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم، مطبعۃ الرسالۃ سوریا، ط۱، ۱۳۹۸ھ
(۲۹) سبا:۱۹ (۳۰) البقرة:۲۲۹ (۳۱)۱ ابراهیم:۴۶ (۳۲)۱ البقرة:۹ (۳۳)البقرة:۱۰ (۳۴)النساء:۴۳ (۳۵)البقرة:۲۲۲ (۳۶)طبری ابوجعفر محمد ابن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱/۵۵، مصطفی البابی الحلبی مصر، ۱۹۶۸ء (۳۷)مجموع الفتاویٰ، ۱۳/۳۹۲
(۳۸)مذاهب التفسیر الاسلامی، ص۵ (۳۹)القراء ات فی نظر المستشرقین والملحدین، ص۱۹
(۴۰)عبدالواحد بن عاشر الاندلسی، تنبیه الخلان علی الاعلان بتکمیل مورد الظمآن، ص۲۸۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط۱، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴۱)القراء ات فی نظر المستشرقین،ص۹۳
(۴۲)جامع البیان فی القراء ات السبع (مخطوط)بحوالہ: قاری ابراہیم میر محمدی،مکانۃ القراء ات عند المسلمین،ص۲۹و۳۰ملخصاً، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور، س۔ن
(۴۳)القراء ات فی نظر المستشرقین،ص۱۹و۲۰ (۴۴)مرجعِ سابق
(۴۵)جیفری،مقدمہ کتاب المصاحف،ص۳ ۔تحقیق کی غرض سے آرتھر جیفری کا ''کتاب المصاحف'' کومنتخب کرنا انتاہی پر حیرت معلوم ہوتا ہے جس قدر اس کے تحقیقی مناہج کے نقائص۔اصولِ انتقادِ اعلیٰ(Principal of Higher Criticism) کے حامی اور موید محقق کیلئے ضروری تھا کہ وہ کتاب کے انتخاب کے ساتھ ساتھ اس کے مندرجات سے سرسری یا سطحی واقفیت کی بجائے اس کے جملہ پہلوؤں سے شناسائی پیدا کرتا۔محض کتاب کے رطب ویابس مواد پر مشتمل ہونے کوکافی سمجھ کر بلا دلیل وتعمق تبصرہ کرنا محقق کے شایانِ شان نہیں ہوتا۔
(۴۶)نفس المصدر،ص۱۶ (۴۷)یہ سماعات جیفری کے مقدمہ ،ص۱۴تا۱۶ملاحظہ ہوں۔(۴۸)کتاب المصاحف،ص۱۱ (۴۹)دیکھئے:کتاب المصاحف،ص۱۱۷
(۵۰)نفس المصدر،ص۱۱۵ (۵۱)نفس المصدر،ص۱۶ (۵۲)سخاوی،جمال القراء ،۱/۸۸ (۵۳)ابن ابی داؤد،کتاب المصاحف،ص۱۱۲ (۵۴)نفس المصدر،ص۱۵۳ (۵۵)نفس المصدر،ص۱۵۵ (۵۶)نفس المصدر،ص۱۱۲ (۵۷)نفس المصدر،ص۱۷۵ (۵۸)مثلاً دیکھئے نفس المصدر،ص ۳۱ (۵۹)سجان واعظ محبّ الدین،مقدمہ کتاب المصاحف،ص۱۱۵ (۶۰) Materials,p.117 (۶۱) p.183 (۶۲)ابن ابی داؤد،کتاب المصاحف،ص۵،۱۰،۱۵،۵۰،۷۵ (۶۳)M.A.Chaudhary,p.182
(۶۴)یہ زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ جمعِ قرآن کا پیرایہ ان حضرات کیلئے بھی استعمال ہوا ہے جو قرآن کریم حفظ کیے ہوئے تھے(کتاب المصاحف،ص۱۰)
(۶۵)نفس المصدر،ص۵۰ (۶۶)ماخوذ از :الاسلام والمستشرقون،ص۶۳ (۶۷)ابن ابی داؤد،کتاب المصاحف،ص۵۰ (۶۸)نفس المصدر،ص۵۰تا۵۲
(۶۹)الاسلام والمستشرقون،ص۶۴ (۷۰)البقرۃ:۲۸۵ (۷۱)ابن ابی داؤد،کتاب المصاحف،ص۵۳
(۷۲)کرمانی رضی الدین ابوعبداللہ محمد،شواذ القراء ۃ واختلاف المصاحف ،ص۱۴۴مخطوط بجامعۃ الازہر، بحوالہ:عبدالصبور شاہین، تاریخ القرآن،ص۱۲۶ (۷۳) Materials,p.211 (۷۴)عبد الصبور شاہین،تاریخ القرآن،ص۱۲۷و۲۸ (۷۵)جیفری ،مقدمۃ کتاب المصاحف،ص۳ (۷۶)یونس:۱۵
(۷۷)جیفری،مقدمہ کتاب المصاحف،ص۵ (۷۸)مرجعِ سابق (۷۹) Materaials,p6&7
(۸۰)تقی عثمانی،علوم القرآن،ص۲۳۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸۱)طاش کبریٰ زادہ،مفتاح السعادۃ،۳۹۲/۲ (۸۲)ابن ابی داوٗد،مقدمہ کتاب المصاحف،ص۵
(۸۳) Rodwell J.M., The Koran (Translated), London,1953, p.2 (۸۴)جیفری، مقدمہ کتاب المصاحف،ص۵و۶ (۸۵)مرجع سابق
(۸۶)Primary Codexesمیں ۱۵صحابہ کے نام ذکر کیے ہیں جبکہ Secondary Codexes میں ۱۳ تابعین کے نام شمار کئے ہیں(p.14
(۸۷) Materials, p.14 (۸۸) مرجع سابق (۸۹)سیوطی،الاتقان،۵۷/۱ (۹۰)بخاری ،الجامع الصحیح ، کتاب فضائل القرآن
(۹۱)ابن ابی داوٗد،کتاب المصاحف،ص۱۰ (۹۲)ڈاکٹر اکرم چوہدری ،اختلافِ قراء ات اورمستشرقین،آرتھر جیفری کا خصوصی مطالعہ،ص۱۸۲ (۹۳)ابن ندیم،الفہرست،ص۳۶
(۹۴)لیکن ان دونوں کتب کی محتویات'الاتقان' اور'درالمنثور'میں ملتی ہیں۔(لبیب السعید، المصحف المرتل،ص۳۲۱) (۹۵)Materials, p.234 (۹۶)مرجع سابق
(۹۷)نفس المصدر،230 (۹۸)نفس المصدر،p.22 (۹۹)نفس المصدر،p.212 (۱۰۰)نفس المصدر،p.211 (۱۰۱)نفس المصدرp.216 & 217
(۱۰۲)نفس المصدر،p. 220 to 222 (۱۰۳)نفس المصدر،p.227 to 229 (۱۰۴)نفس المصدر، p.232 & 233 (۱۰۵)جیفری،مقدمہ کتاب المصاحف،ص۶
(۱۰۶)ملاحظہ ہو:Materails, p.16(ترجمہ:ص۷۰) (۱۰۷)جیفری، مقدمہ کتاب المصاحف ،ص۵
(۱۰۸)ایضا
(۱۰۹)بخاری، الجامع الصحیح ، باب نزول القرآن بلسان قریش (۱۱۰)سبحان واعظ،مقدمہ ،ص۱۲۹ (۱۱۱)صبحی صالح،مباحث فی علوم القرآن،ص۱۷
(۱۱۲)ابن ابی داوٗد،کتاب المصاحف،ص۵۴
(۱۱۳)محمد احمد غازی،علومِ اسلامیہ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی خدمات،مجلّہ فکرونظر۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ خصوصی اشاعت ۔اپریل ستمبر۲۰۰۳ء،شمارہ نمبر:۱۶۴،ادارہ تحقیقاتِ اسلامی ،بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد۔
(۱۱۴)سبحان واعظ،مقدمہ،ص۱۳۰ (۱۱۵)جیفری،مقدمہ کتاب المصاحف،ص۶ (۱۱۶)سبحان واعظ،مقدمہ،ص۱۳۰
(۱۱۷)جیفری،مقدمہ کتاب المصاحف،ص۸ (۱۱۸)ابن الجزری،النشر ،۱۲/۱ (۱۱۹)ابن البازش،الاقناع فی القراء ات السبعۃ،۵۵/۱
(۱۲۰)دیکھئے:ابوجعفر النحاس ،اعراب القرآن،۶۸۶/۱،تحقیق: د۔ظہیر غازی زاہد،مطبعۃ المعانی بغداد،۱۹۸۰ء
(۱۲۱)دیکھئے:الابانۃ،ص۹۹و۱۰۰
(۱۲۲)ڈاکٹر محمد الحبش،القراء ات المتواترۃ واثرھا فی الرسم العثمانی والاحکام الشرعیۃ،ص۲۶،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ط۱، دار الفکر المعاصر، دمشق، ۱۹۹۹ء

(۱۲۳)جیفر ی، مقدمہ کتاب المصاحف، ص۸و۹...... بنیادی طور پر یہ شبہ ابوشامہ کو بھی پیش آیا کہ جب کوئی قراءت کسی ایک شخص کی جانب منسوب ہوتی ہے تو وہ خبرِ واحد کے درجہ میں آتی ہے۔(ابن الجزری، منجد المقرئین، ص۲۴۸)۔ابن الجزری رحمہ اللہ کا قول ہے: میں نے اپنے شیخ شمس الدین محمد ابن احمد خطیب شافعی رحمہ اللہ کے سامنے ابوشامہ رحمہ اللہ کا یہ قول پیش کیا کہ بعض وجوہ کے ناقلین آحاد و قلیل ہیں نا کہ لاتعداد و بے شمار۔ تو فرمایا: ابوشامہ رحمہ اللہ اس بارے میں معذور ہیں کیونکہ انہوں نے قراءات کی تخریج کو احادیث کی تخریج پر قیاس کیا اور یہ سمجھ لیا کہ جس طرح احادیث میں جب کسی حدیث کا مدار ایک ناقل پر ہو تو اس کو خبرِ واحد کہتے ہیں اسی طرح قراءات میں بھی جب کسی قراءت و روایت کی نسبت ایک ہی امام کی طرف ہو تو اس کو بھی خبرِ واحد ہی کہیں گے نہ کہ متواتر۔ اور ابوشامہ رحمہ اللہ پر یہ بات مخفی رہی کہ خاص اس امام کی طرف اس روایت و قراءت کی نسبت اصطلاح و عرف کی بناء پر ہے وگرنہ ہر زمانہ میں پورے شہر والے اس روایت و قراءت کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے جس کو انہوں نے جماعت در جماعت پہلے لوگوں سے حاصل کیا تھا اور اگر اس قراءت و روایت کا ناقل ایک ہی ہوتا اور دوسرے اہلِ شہر میں اس کا چرچا اور رواج نہ ہوتا تو اس پر کوئی بھی اس ایک امام کی موافقت نہ کرتا بلکہ سب کے سب اس قراءت و روایت سے بچتے اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی تلقین کرتے حالانکہ ایسا نہیں۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے قاری طاہر رحیمی مدنی، دفاعِ قراءات، ص۳۹۲)۔

(۱۲۴)سجان واعظ، مقدمہ، ص۱۳۲و۱۳۳ (۱۲۵)جیفر ی، مقدمہ کتاب المصاحف، ص۸تا۱۰ (۱۲۶) سجان واعظ، مقدمہ، ص۱۳۲و۱۳۳

(۱۲۷)'تسلط' کے لفظ کا استعمال ایک سلیم العقل اور معتدل محقق سے بعید ہے(سجان واعظ، مقدمہ، ص۱۳۴)۔

(128)Mohar Ali"The Quran and the Orientalists" .Jamiyat Ihyaa Minhaaj Al-Sunnah,U.K 2004,p267.

(129)Puin G. R "Observations on Early Qur'an Manuscript in Sana" in Stefan Wild (ed.) The Qur'an as Text, E.J.Brill, Leiden,1996.P108

(130) Ibid PI03-10

(131) Ibid P108-9

(132) Ibid

(133) Ibid

(134)P220

(۱۳۵)خطبات بہاولپور ص20, 21

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ